هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

تحریک جدید کا اخبار

قادیان

ایڈیٹر: میر قاسم علی احمدی

قیمت فی پرچہ ۱/ — مینیجر: رشید احمد خان احمدی

تاریخہائے اشاعت: ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۸ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۴ ماہ وفا ۱۳۱۹ ہش مطابق ۱۴ جولائی ۱۹۴۰ء | نمبر ۲۶

دارالامان کا ہفتہ

(۱) ہفتہ زیر اشاعت میں سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو پاؤں میں درد نقرس کی سخت تکلیف رہی۔ گو نسبتاً آرام ہے۔ مگر صحت کامل نہیں ہوئی۔ احباب صحت کامل کے لئے دعا کرتے رہیں۔

(۲) سیدۃ النساء حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت کان کے درد کی وجہ سے ناساز ہے۔ دعا صحت کی جاوے۔

(۳) مکرمی میر محمد اسحاق صاحب ڈاکٹری معاینہ کے لئے لاہور تشریف لے گئے تھے۔ ڈاکٹری معاینہ سے معلوم ہوا۔ کہ کانوں کے پردوں کے پیچھے ورم ہے۔ بعد معاینہ واپس آگئے ہیں۔ اور علاج شروع کر دیا ہے خدا کے فضل سے تکلیف میں تخفیف ہے۔ احباب بالالتزام میر صاحب کی صحت کامل و درازئ عمر کے لئے دعا فرما کر ثواب حاصل کریں۔

(۴) مکرم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ اور محترم مولوی عبد المغنی صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ بیرونی انجمنوں کے معاینہ کے لئے دورہ پر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کے ہمراہ مولوی محمد یار صاحب عارف مولوی فاضل بھی ہیں۔

تحریک جدید سال ششم کے وعدے ۱۵ اگست ۱۹۴۰ء تک سو فی صدی پورے کئے جائیں

بیرون ہند کی جماعتوں کی اور افراد کی قابل تعریف کوششیں

سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بیرون ہند اور ہندوستان کی جماعتوں کے لئے یہ فرما چکے ہیں۔ کہ ۱۱ اگست کو ہر جماعت میں جلسہ کیا جائے۔ اور اس میں تحریک جدید کے مطالبات احباب کے ذہن نشین کئے جائیں۔ مگر اس جلسہ سے پہلے مردوں۔ عورتوں۔ بچوں کے جلسے الگ الگ بھی ہوں۔ اور اس کے بعد ایک ہی تاریخ یعنی ۱۱ اگست کو جلسہ ہو۔ اس جلسہ سے پہلے تحریک جدید کا وعدہ کرنے والا ہر فرد یہ پوری کوشش کرے۔ کہ وہ اپنے وعدے کو پورا ادا کرے۔ اگر مالی حالت نہایت کمزور ہو۔ تو کم از کم اپنے وعدے کا بڑا حصہ ادا کرے

جو احباب تحریک جدید سال ششم کے وعدے ۱۱ اگست تک سو فی صدی پورے کر لیں گے۔ ان کے نام حضور کی خدمت میں دعا کے لئے ۱۵ اگست کے بعد پیش کئے جائیں گے۔ اور اس کے ساتھ ان کارکنوں کے نام بھی دعا کے واسطے حضور کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔ جو بحیثیت جماعت اپنی جماعت کا وعدہ اسی فیصدی ۱۵ اگست تک مرکز میں ادا کر دیں گے۔

پس جہاں ہندوستان کی جماعتیں اور ان کے کارکن اس جدوجہد میں مصروف عمل ہیں۔ کہ وہ اپنے وعدوں کو ۱۱ اگست تک سو فی صدی پورا کریں۔ تا ان کا نام دعا کے لئے حضور کے پیش ہو سکے۔ وہاں بیرون ہند کی جماعتیں اور افراد بھی اس کوشش میں ہیں۔ کہ وہ بھی اپنے وعدوں کو ۱۵ اگست تک مرکز میں پہنچیں تو اپنی مقامی جماعت میں ہی ادا کر دیں۔ چنانچہ اول ڈاکٹر سید محمد اقبال شاہ صاحب میگاڈی افریقہ نے سال ششم کا اپنا ستر شلنگ کا وعدہ اور اپنی اہلیہ کا تیس شلنگ کا وعدہ پیش کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنی طرف سے گذشتہ پانچ سال کے سو شلنگ بھی دینے کا وعدہ کیا۔ اور اپنی اہلیہ کی طرف سے گذشتہ دو سال کے پچیس شلنگ ادا کرنے کا لکھا۔ تا ہر دو کا نام ہر سال ادا کرنے کی وجہ سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پانچ ہزاری سپاہیوں والی فہرست میں آجائے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی اور اپنی اہلیہ کی یہ رقم چھ سالہ

خمیر انگریزی درجہ اوّل

یہ خمیر بیکری کا کام کرنے والوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ گھروں میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ اس میں نفیس اجزاء شامل ہیں۔ جن میں سے صندل جوتری۔ کستوری اور زعفران قیمتی اجزاء ہیں۔ ایک ماہر فن سے اس کا نسخہ دستیاب ہوا ہے۔ خواہشمند احباب منگوا کر فائدہ اٹھائیں۔ نمونہ چار آنے کے ٹکٹ آنے پر ارسال ہوگا۔ فہرست ادویہ مفت طلب فرمائیں۔ پتہ: پروپرائٹر طبیہ عجائب گھر قادیان

حضرت چوہدری ... اللہ خان صاحب درویش ... کے ہاں اللہ تعالیٰ نے پہلا لڑکا عطا فرمایا ہے۔ ناظرین فاروق سے مولود مسعود کی درازئ عمر و صحت اور خادم دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو دو سو پچیس (۲۲۵) شلنگ ہے۔ یکمشت ادا کر دی۔ جو مرکز میں پہنچ چکی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

دوم سید بشیر احمد شاہ صاحب نکورو افریقہ سے لکھتے ہیں۔ دن بدن جنگ یورپ کے حالات خطرناک ہو رہے ہیں۔ معلوم نہیں کہ آئندہ کیا پیش آئے۔ اور نہ معلوم کہ چندہ تحریک جدید دس سال تک کا ادا کرنے کی توفیق ملے یا نہ ملے اس لئے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ سب سے بہترین خزانہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور تحریک جدید کا چندہ ادا کرنے کا عہد بھی کیا ہوا ہے۔ اور حضور کا فرمان بھی ہے کہ دس سال تک شمولیت اختیار کرنی چاہیئے۔ اس لئے میں نے مناسب جانا۔ کہ تحریک جدید کا دس سال تک کا چندہ پورا بھیجیں۔ چنانچہ میں نے بذریعہ تار ۱۲ رجون کو ۲۷۰ شلنگ بھیج دیئے۔ جو مل گئے ہوں گے۔ میرا دس سالہ چندہ اس طرح ہے:۔

سال اول ۱۵/-/-	سال دوم 30/-/-	سال سوم 30/-/-
سال چہارم 40/-/-	سال پنجم 50/-/-	سال ششم ۶۰/-/-
سال ہفتم 70/-/-	سال ہشتم 80/-/-	سال نہم 90/-/-

سال دہم ۱۰۰/-/- کل رقم آپ کی پانسو پینسٹھ ہے۔ جو داخل ہو چکی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

ڈاکٹر لعل الدین احمد صاحب کپالہ نے اپنی جماعت کا وعدہ 3 سو 3 شلنگ پیش کیا تھا۔ اس میں ان کا اپنا وعدہ معہ اہلیہ بھی 750 شلنگ شامل تھا۔

ڈاکٹر صاحب موصوف میاں کریم بخش صاحب کے ستر شلنگ اور اپنے پانسو شلنگ بھیج کر لکھتے ہیں۔ کہ اس جماعت کے ذمہ تقریباً ایک ہزار شلنگ کی رقم ہے۔ جو انشاء اللہ جلد جلد ارسال ہوگی جماعت نیروبی کے بارے میں اعلان کیا گیا تھا۔ کہ وہاں کوشش ہو رہی ہے۔ کہ سب احباب وعدے کی رقم خواہ ان کو ذاتی طور پر تکلیف بھی ہو۔ جلد ادا کر دیں۔ چنانچہ وہاں کے احباب اس کوشش میں ہیں۔ اور اپنے اوپر سخت تنگی ڈال کر تحریک جدید کا چندہ ادا کر رہے ہیں۔ جیسا کہ قاضی عبد الحمید صاحب بھی نیروبی سے لکھتے ہیں۔ کہ چندہ تحریک جدید کے بارے میں حضور کا ارشاد پہنچا۔ حالت یہ ہے۔ کہ میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں۔ بلکہ اپنا مکان قادیان دار الامان بنانے کی وجہ سے مقروض ہو گیا ہوں۔ پھر بھی قسط ادا کر رہا ہوں۔ گذشتہ سالوں میں تحریک جدید کا چندہ بفضل خدا شروع تحریک میں وعدہ کے ساتھ ہی ادا کرنے کی اللہ تعالیٰ کے حضور سے توفیق ملتی رہی۔ اس سال خیال یہی تھا۔ کہ سال کے آخر میں ادا کرنے کی اللہ تعالیٰ سبیل پیدا فرما دے گا۔ مگر حضور کا خطبہ پڑھنے پر دل نے فیصلہ کیا۔ کہ خواہ کچھ ہو۔ کتنی ہی تنگی آئے۔ تحریک جدید کا چندہ ابھی حضور کے فرمان پر ادا ہونا چاہیئے۔ آخر کار اپنے گھر والوں کے ساتھ مشورہ کر کے ہم نے فیصلہ کیا۔ کہ اس ماہ کی تنخواہ سے چندہ تحریک جدید سال ششم جو 75 شلنگ معہ اہل و عیال کے ادا کر دیا جائے جو ۲۹ جون کو بذریعہ بی ادا ہوگا۔ وصیت اور مقامی چندہ دینے کے بعد گھر کے لئے خرچ نہیں رہتا۔ مگر فیصلہ یہی ہے۔ کہ ایسا کیا جائے۔ کہ شاید اللہ تعالیٰ ہماری تنگی پر رحم فرمائے۔ دل اس تنگی پر لذت محسوس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جس قدر شکریہ ادا کریں۔ تھوڑا ہے۔ وہ اپنے فضل سے اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اندر کوئی خوبی نہیں۔ حضور کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے۔

نوٹ:۔ بیرون ہند کی وہ جماعتیں جو وہاں کے باشندوں پر مشتمل ہیں۔ انہیں بھی یاد رہنا چاہیئے۔ کہ تحریک جدید سال ششم کے وعدے پیش کرنے کی آخری تاریخ ان کی ۳۱ جولائی ہے۔ جن کے وعدے ابھی پیش نہیں ہوئے۔ وہ ۳۱ جولائی یاد رکھ کر وعدوں کی فہرست حضور کے پیش کریں۔

والسلام۔ خاکسار برکت علی خاں فنانشل سیکرٹری تحریک جدید۔

مختصر خبریں

لنڈن ۸ رجولائی۔ فرانسیسی حکومت نے اعلان کیا ہے۔ کہ فرانسیسی بیڑے کے ہوائی جہازوں نے جبرالٹر پر حملہ کیا۔ اور برطانوی جہازوں پر بم برسا کر کافی نقصان پہنچایا۔

چنگکنگ ۸ رجولائی۔ مارشل چیانگ کائی شیک کے وزیر جنگ نے اعلان کیا ہے۔ کہ اس وقت تک جاپان کے دس لاکھ سے زیادہ سپاہی مارے جا چکے ہیں۔ ہمارے پاس اس وقت پچاس لاکھ سپاہی کیل کانٹے سے لیس ہیں۔ اور دس لاکھ تیار کئے جا رہے ہیں۔

شملہ ۔ ۹ رجولائی۔ حضور نظام نے اپنے صرف خاص سے پچاس ہزار پونڈ کی ایک رقم جنگی فنڈ میں لبطور امداد دی ہے۔ اس سے قبل آپ کئی اور رقوم دے چکے ہیں۔ جس میں ڈیڑھ لاکھ پونڈ کی ایک رقم بم بار طیاروں کا ایک دستہ خریدنے کے لئے دی گئی تھی۔

بمبئی ۔ ۹ رجولائی۔ مسٹر جناح نے آج ایک بیان میں کہا۔ کہ گاندھی جی شملہ میں بات چیت کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنی باتیں منوانے کے لئے آئے تھے۔ کانگرس نے جو قرارداد پاس کی ہے۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ مرکز میں قومی گورنمنٹ قائم کئے جانے کا جو مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب کانگرس راج کا قائم کرنا ہے۔ جسے مسلمان کبھی منظور نہیں کر سکتے۔ ہندوستانی مسئلہ کے حل کا واحد طریقہ وہی ہے جو مسلم لیگ کے اجلاس لاہور کی قرارداد میں بتایا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ اسے مختلف حصوں میں بانٹ دیا جائے۔

مدراس ۔ ۹ رجولائی۔ غیر براہمنوں کے لیڈر نے ایک بیان میں کہا ہے۔ کہ کانگرس ورکنگ کمیٹی کی قرارداد ملک کی کسی پارٹی کو منظور نہیں۔ اس پر عمل ہوا۔ تو تباہی مچ جائے گی۔ ہندوستان کو سوراج برطانیہ کی فتح پر ہی مل سکتا ہے۔

لنڈن ۹ رجولائی۔ رائل ایئر فورس کے طیارے اطالوی افریقہ پر برابر حملے کر رہے ہیں۔ حبشہ پر بھی حملوں کا سلسلہ جاری ہے۔ دشمن کے ہوائی جہازوں نے آج اور کل مالٹا پر حملے کرنے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ اٹلی نے ایک فہرست شائع کی ہے۔ کہ اب تک لڑائی میں اس کے آٹھ سو سپاہی مارے اور ۹۰۰ زخمی ہو چکے ہیں۔ جرمن ہوائی جہازوں نے انگلستان کے شمال مشرقی اور جنوب مشرقی کناروں پر حملے کئے۔ مگر صرف چند عمارتوں کو نقصان پہنچا سکے۔ ان میں سے ایک کو نیچے گرا لیا گیا۔

لنڈن ۔ ۱۰ رجولائی جرمن ہوائی جہازوں نے کل انگلستان پر جو حملہ کیا۔ اس میں ان کے نو جہاز گرا لئے گئے۔ گذشتہ تین ہفتوں کے ناکام حملوں میں ۶۲ جرمن ہوائی جہاز گرائے جا چکے ہیں۔

لنڈن ۱۰ رجولائی۔ دو اور فرانسیسی جہاز برطانوی بیڑے کے قبضہ میں آ گئے ہیں۔ ایک ۳۴ ہزار ٹن کا سنگاپور کے سمندر میں تھا۔ اور دوسرا تیس ہزار ٹن کا۔ اب فرانس کے ۹ بڑے جنگی جہازوں میں سے صرف ایک باقی رہ گیا ہے۔

احرار کا کھلا چیلنج مناظرہ بھی منظور!

۲۳ رجون ۱۹۴۰ء کو بٹالہ کے چند معزز اور شریف اہلسنت والجماعت مسلمانوں نے جماعت احمدیہ کے نمائندگان کے ساتھ تحقیق حق کی خاطر شرائط مناظرہ طے کیں۔ اشتہار مناظرہ شائع ہونے کے بعد بعض لوگوں نے ان شرفاء پر ایسا اثر ڈالا۔ کہ ان میں سے خان بہادر صوبیدار ولی محمد صاحب نے ۲۵ رجون کو بذریعہ تار اطلاع دی۔ کہ مناظرہ ملتوی ہو گیا ہے۔ اس تار کے پہنچتے ہی ہمارے نمائندے خان بہادر صاحب کے پاس پہنچے۔ انہوں نے افسوس و ندامت کا اظہار کیا۔ اور مناظرہ سے روکنے والے اصحاب کا شکوہ کرتے ہوئے معذوری ظاہر کی۔ مگر چونکہ ہمارے اشتہار مناظرہ پر لوگوں کا جمع ہونا ضروری تھا۔ اور وقت کی تنگی کی وجہ سے دوسرے اشتہار کا وقت نہ تھا۔ اس لئے ہم نے بجائے مناظرہ کے جلسہ کر لیا۔ عین جلسہ کے موقعہ پر احرار کی طرف سے اشتہار شائع ہوا۔ جس کا عنوان "مرزائی امت کو مناظرہ کا کھلا چیلنج" تھا۔ اول تو اس اشتہار میں ہمارا نام ہی بگاڑ کر درج کیا گیا ہے۔ اور ایسے لوگوں کے خطاب کا جواب دینا ضروری نہ تھا۔ مگر پبلک کی خیر خواہی کے لئے ہم نے اسی جلسہ میں اعلان کر دیا۔ کہ اگر آپ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو ایک گھنٹہ تک تشریف لے آئیں۔ ہمیں آپ کا چیلنج مناظرہ منظور ہے۔ اور اس کے بعد بھی جب چاہیں۔ مناظرہ کر لیں۔ جلسہ میں ایک گھنٹہ کی بجائے ڈیڑھ گھنٹہ تک انتظار کیا گیا۔ مگر احرار نہ آئے اور نہ ان کی طرف سے کسی ذمہ وار آدمی کی تحریر آئی۔ اور نہ ہی

[illegible]

آج تک کوئی تحریر آئی ہے۔ مگر ان کا مذکورہ بالا اشتہار برابر شائع ہو رہا ہے۔ اس لئے ہم بذریعہ اخبار ہی اعلان کرتے ہیں۔ جو کہ جلسہ بٹالہ پر کیا گیا تھا۔ کہ احرار کا کھلا چیلنج مناظرہ ہمیں بھی منظور ہے۔ اور جب چاہیں۔ ہمارے ساتھ بٹالہ شہر میں

مفت ۔ اگر آپ کے پیارے بچے کو گھنڈی پڑ گئی ہو۔ ہرے پیلے دست آتے ہوں۔ بچہ دودھ الٹ دیتا ہو۔ تالو نرم پڑ گیا ہو۔ کان پچھلے پڑ گئے ہوں۔ گردن سوکھ گئی ہو۔ بچہ نہایت کمزور اور نڈھال ہو گیا ہو۔ ڈاکٹروں اور حکیموں اور کوششیں لاحاصل ہو رہی ہوں۔ تو **انڈین پوڈر** کی صرف دو تین خوراکیں بچہ کو دے کر خدا کی قدرت کا ملاحظہ کریں۔ قیمت ایک روپیہ۔ نمونہ ار کا ٹکٹ آنے پر مفت۔ **ریسٹورین** ۔ طاقت اور امساک پیدا کرنے کی حیرت انگیز دوا ہے۔ قیمت دو روپیہ۔ پتہ:۔ **ریسٹورین لیبارٹری قادیان ۔ پنجاب** ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ ارماہ وفا ۱۳۱۹ھش | نمبر ۲۶

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۸ جون ۴۰ء

جماعت احمدیہ کی کامیابی کا صحیح راستہ

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ہر ایک شخص اور ہر ایک کام کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک رستہ مقرر کیا ہوا ہے۔ اور چونکہ دنیا میں مختلف نوعیت کے کام اور مختلف لوگ ہیں۔ اس لئے مختلف کاموں اور مختلف مقامات میں رہنے والے انسانوں کے لئے

مختلف رستے

ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کسی مکان کی طرف جانا چاہتا ہے۔ اور وہ اس مکان کے شمال کی طرف رہتا ہے۔ تو اس مکان تک پہنچنے کے لئے اس کا رستہ جنوب کی طرف ہوگا۔ اور ایک شخص جو اس مکان کے جنوب کی طرف رہتا ہے۔ اور وہ اس مکان کی طرف آنا چاہے۔ تو اس کا رستہ شمال کی طرف ہوگا۔ اسی طرح مشرق میں رہنے والا اگر اس مکان کی طرف آنا چاہتا ہے۔ تو اس کا رستہ

مغرب کی طرف

ہوگا۔ اور اگر مغرب میں رہنے والا اس مکان کی طرف آنا چاہتا ہے۔ تو اس کا رستہ مشرق کی طرف ہوگا۔ مکان ایک ہے۔ لیکن مختلف آدمیوں کے لئے اس تک پہنچنے کے رستے مختلف ہیں شمال کے ساکن کے لئے جنوب کی طرف جانا ضروری ہے۔ اور جنوب کے ساکن کے لئے شمال کی طرف جانا ضروری ہے۔ اسی طرح مشرق کے ساکن کے لئے مغرب کی طرف جانا ضروری ہے۔ اور مغرب کے ساکن کے لئے مشرق کی طرف جانا ضروری ہے۔ کسی اور غیر معلوم مکان کے ذکر کی کیا ضرورت ہے۔

اپنی نمازوں کو ہی دیکھ لو

ہندوستان کے عام آدمی بوجہ اپنی جہالت اور ناواقفیت کے خیال کرتے ہیں۔ کہ ساری دنیا مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتی ہے۔ حالانکہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کے لئے کچھ حصہ دنیا کا مغرب کی طرف منہ کرتا ہے۔ اور کچھ حصہ دنیا کا مشرق کی طرف منہ کرتا ہے۔ اسی طرح کچھ حصہ دنیا کا ایسا ہے۔ جو جنوب کی طرف منہ کرتا ہے۔ کچھ حصہ دنیا کا ایسا ہے۔ جو شمال کی طرف منہ کرتا ہے۔ یمن کے رہنے والے اور عدن میں بسنے والے جب نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ تو وہ مغرب کی طرف منہ نہیں کرتے۔ بلکہ

خانہ کعبہ اور بیت اللہ سے اپنا تعلق

رکھنے کے لئے شمال کی طرف منہ کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جنوب میں رہتے ہیں۔ اسی طرح شام دمشق اور فلسطین کے لوگ جب نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ تو وہ ہماری طرح مغرب کی طرف منہ نہیں کرتے۔ اور اگر کریں۔ تو ان کا منہ قبلہ کی طرف نہیں ہوگا۔ اسی طرح وہ یمنیوں اور عدنیوں کی طرح شمال کی طرف منہ کر کے بھی نماز نہیں پڑھتے۔ بلکہ وہ چونکہ مکہ سے شمال کی طرف رہتے ہیں۔ اس لئے وہ جنوب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ایسے سینیا اور ایسٹ افریقہ کے لوگ جہاں ہمارے احمدی دوست بھی اکثر جاتے اور ملازمتیں یا تجارتیں وغیرہ کرتے ہیں۔ ہماری طرح مغرب کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھتے وہ یمنیوں اور عدنیوں کی طرح شمال کی طرف بھی اپنا منہ نہیں کرتے۔ وہ شامیوں دمشقیوں اور فلسطینوں کی طرح جنوب کی طرف منہ کر کے بھی نماز نہیں پڑھتے۔ بلکہ وہ مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ مکہ سے مغرب کی طرف رہتے ہیں۔ پس ہم چار ملکوں کے لوگ چار مختلف جہات کی طرف منہ کرتے ہیں۔ مگر ہم سب اس ایک بات میں متحد ہیں۔ کہ

ہمارا منہ قبلہ کی طرف

ہوتا ہے۔ جب ہم مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ تو ہمارا منہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔ جب یمنی اور عدنی شمال کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ تو ان کا منہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔ جب شامی۔ دمشقی اور فلسطینی جنوب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ تو ان کا منہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔ اور جب ایبے سینیا ایسٹ افریقہ اور نیروبی کے لوگ مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ تو ان کا منہ بھی قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔ غرض مختلف ملکوں میں رہنے والے مختلف آدمیوں کے لئے

خانہ کعبہ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے مختلف رستے

ہیں۔ ہم اگر تعلق پیدا کرنا چاہیں۔ تو ہمارا رستہ مغرب کی طرف ہے۔ یمنی اور عدنی خانہ کعبہ سے تعلق پیدا کرنا چاہیں۔ تو ان کا راستہ شمال کی طرف ہے۔ دمشق۔ شام اور فلسطین کے لوگ خانہ کعبہ سے اپنا تعلق پیدا کرنا چاہیں۔ تو ان کا رستہ جنوب کی طرف ہے۔ اور اگر ایبے سینیا نیروبی اور ممباسہ وغیرہ کے لوگ خانہ کعبہ سے اپنا تعلق پیدا کرنا چاہیں۔ تو ان کا رستہ مشرق کی طرف ہے۔ غرض دنیا میں مختلف آدمی ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے

الگ الگ رستہ

مقرر ہے۔ اگر ایک ہندوستانی یہ کہے۔ کہ جب میں نیروبی میں تھا۔ تو مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتا تھا۔ اب ہندوستان میں آ کر میں مغرب کی طرف کیوں منہ کروں۔ تو وہ خدا تعالیٰ کے حکم عدولی کرنے والا ہوگا۔ اسی طرح اگر ہندوستان کے رہنے والے نیروبی اور ممباسہ میں جائیں۔ اور کہیں کہ ہم مغرب کی طرف منہ کر کے ہی نماز پڑھینگے۔ مشرق کی طرف منہ نہیں کریں گے۔ تو ان کی نماز نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس وقت ان کا رستہ مشرق کی طرف ہے۔ نہ کہ مغرب کی طرف۔ یہی حال باقی جہات کا ہے۔ پھر جہات کے علاوہ کونے ہیں۔ کوئی شمال مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے اور کوئی جنوب مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ کوئی شمال مغرب کی طرف اپنا منہ کرتا ہے۔ اور کوئی جنوب مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ پھر کونے در کونے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان سے جہات بہت کچھ بدل جاتی ہیں۔ ہندوستان میں بہت سے علاقے ایسے ہیں جن کا قبلہ کچھ جنوب کی طرف ہے۔ مگر ہندوستان میں بالعموم مغرب کی طرف مساجد کا محراب بنا دیا جاتا ہے۔ اور یہ خیال نہیں کیا جاتا۔ کہ

قبلہ کا صحیح رُخ کونسا ہے

حالانکہ اگر پنجاب سے ایک سیدھی لکیر کھینچی جائے۔ تو اس کے عین مغرب میں دمشق آئے گا۔ خانہ کعبہ نہیں آئے گا۔ خانہ کعبہ پنجاب سے کچھ جنوب کی طرف ہے۔ اور اگر پندرہ ڈگری کے قریب جنوب کی طرف جھکا جائے۔ تب خانہ کعبہ صحیح سمت میں آتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

بہرحال چونکہ جہت کا پورا اندازہ عام حالات میں ناممکن ہوتا ہے۔ اس لئے علماء نے اندازہ کی خفیف غلطی پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ لیکن اگر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ ہر ملک کے اندر کئی کئی ٹکڑے ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے ہی بعض ٹکڑے ایسے ہیں۔ جہاں کے رہنے والوں کا منہ اگر نماز کے وقت عین مغرب کی طرف ہو۔ تو صحیح طور پر قبلہ کی طرف ہوگا۔ لیکن کچھ حصے ایسے ہیں۔ جن کا قبلہ جنوب کی طرف کچھ جھکتا ہوا ہے۔ اور کچھ حصے ایسے ہیں۔ جن کا قبلہ اور زیادہ جنوب کی طرف جھکتا ہوا ہوتا ہے۔ غرض مختلف انسانوں اور مختلف کاموں کے لئے مختلف رستے مقرر ہیں۔ مثلاً اگر کسی نے عام مکان میں داخل ہونا ہو۔ تو اسکی صورت یہی ہے۔ کہ دروازہ میں سے داخل ہو۔ لیکن اگر کسی نے مثلاً اہم سرکاری دفتر میں داخل ہونا ہو۔ تو اس کے لئے صرف اتنا کافی نہیں ہوگا۔ کہ دروازہ میں سے داخل ہو۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہوگا۔ کہ وہ داخل ہونے سے پہلے پرمٹ اور اجازت حاصل کرے۔ غرض مختلف لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف رستے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ مگر بعض لوگ نادانی سے یہ خیال کر لیتے ہیں۔ کہ فلاں رستہ چونکہ فلاں نے اختیار کیا تھا۔ اور اس پر چل کر وہ کامیاب ہوگیا۔ اس لئے ہمارے لئے بھی اسی راستے پر چلنا مفید ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس وقت

مسلمانوں کے سامنے سب سے بڑی مصیبت

یہی ہے۔ دنیا میں ترقی کرنے والی قومیں اپنی ترقی کے لئے مختلف تدابیر عمل میں لاتی ہیں۔ وہ تعلیم میں بڑھتی ہیں۔ وہ سائنس میں ترقی کرتی ہیں۔ وہ اپنے جتھہ کو مضبوط بناتی ہیں۔ وہ دوسری قوموں سے سمجھوتے کرتی ہیں۔ وہ خوشامدیں کرتی ہیں۔ وہ مداہنت سے کام لیتی ہیں۔ وہ دھوکا اور فریب سے اپنے مقصود کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اور مسلمان خیال کر لیتے ہیں۔ کہ شاید ان کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کامیابی کا رستہ بھی یہی ہے۔ کہ کچھ

دین میں مداہنت

کرلی۔ کچھ عقائد میں تبدیلی کرلی۔ کچھ فریب کاری اور ملمع سازی اختیار کرلی۔ تاکہ یورپین اقوام اور حاکم ان سے خوش رہیں۔ اگر ہندوستان میں اس بات کا زور ہوا۔ کہ مسلمانوں کو جہاد کرنا چاہیئے۔ تو مسلمان علماء بھی یہی کہنے لگ گئے۔ کہ جہاد ضرور ہونا چاہیئے۔ اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ اگر ہم نے یہ کہا۔ کہ اس وقت جہاد ضروری نہیں۔ تو جن لوگوں سے ہمیں روٹیاں ملتی ہیں۔ ان سے روٹیاں ملنی بند ہو جائیں گی۔ لیکن اگر گاندھی جی کا زور ہوا۔ اور لوگوں نے کہا۔ کہ "آہنسا" کامیابی کا ذریعہ ہے۔ تو وہی مسلمان یہ کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ جہاد کسی صورت میں جائز نہیں۔ حالانکہ گاندھی جی جس "آہنسا" کے قائل ہیں۔ وہ سارے زمانوں کے لئے ہے۔ وہ اسلام کی طرح یہ نہیں کہتے۔ کہ بعض اوقات تلوار اٹھانا ضروری ہوتا ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ تلوار کو کسی حالت اور کسی زمانہ میں بھی نہیں اٹھانا چاہیئے۔ مگر مسلمان مولویوں کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں۔ کہ گاندھی جی کی تعلیم اسلام کے خلاف ہے۔ یا اس کے مطابق۔ بلکہ انہوں نے جب دیکھا۔ کہ ہندوستان میں "آہنسا" "آہنسا" کا شور بچ رہا ہے۔ تو انہوں نے بھی کہنا شروع کر دیا۔ کہ جہاد کسی صورت میں جائز نہیں۔ حالانکہ ایک وقت وہ تھا۔ جب یہی علماء یہ کہا کرتے تھے۔ کہ کوئی وقت بھی ایسا نہیں ہوتا۔ جب جہاد لوگوں پر واجب نہ ہو۔ مگر دوسرا وقت انہی علماء پر ایسا آیا۔ کہ انہوں نے کہہ دیا۔ جہاد کسی وقت بھی واجب نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ دونوں ایسی

خطرناک باتیں

ہیں۔ کہ جن کے ماتحت مسلمان کہلانے والوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آدھی زندگی بالکل کچل کر رکھدی ہے۔ اگر جہاد ہر وقت فرض ہوتا ہے۔ تو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی قابل اعتراض ٹھہرتی ہے۔ اور اگر جہاد کسی وقت بھی فرض نہیں ہوتا۔ تو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدنی زندگی پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔

غرض جس طرح بعض لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ انہوں نے الٰہی کتاب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اسی طرح انہوں نے

محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ

کرکے آپ کی پاک اور مطہر زندگی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ کبھی کہہ دیا۔ کہ جہاد ہر وقت فرض ہوتا ہے۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ جہاد بعض شرائط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے۔ اور کوئی وقت ایسا بھی آسکتا ہے۔ جب جہاد کرنا جائز نہ ہو۔ وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ گویا ان کے نزدیک محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی قابل اعتراض تھی۔ اور وہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف گذری۔ اور کبھی گاندھی جی کے اثر کے ماتحت کہہ دیا۔ کہ

"آہنسا" اور عدم تشدد

ہی اصل چیز ہے۔ گویا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدنی زندگی نعوذ باللہ گناہوں سے ملوث تھی۔

غرض ان لوگوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی زندگی کے دو ٹکڑے کر دیئے اور کبھی ایک کو قبول کر لیا۔ اور دوسرے کو پھینک دیا۔ اور کبھی دوسرے کو قبول کر لیا۔ اور پہلے کو پھینک دیا۔ حالانکہ وسطی طریق وہی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمایا۔ کہ یہ جہاد بعض شرائط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے۔ جب وہ شرائط پائی جائیں۔ تو اس وقت

جہاد کرنا ضروری ہوتا ہے

اور جو جہاد نہیں کرتا۔ وہ اللہ تعالےٰ کے حضور گنہگار ہوتا ہے۔ لیکن بعض زمانوں میں جب وہ شرائط مفقود ہوں۔ یہ جہاد ناجائز ہوتا ہے۔ اور اس وقت جو شخص جہاد کرتا ہے۔ وہ گنہگار ہوتا ہے۔ یہ وہ طریق ہے۔ جس نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی کو بھی ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدنی زندگی کو بھی ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔ اگر کوئی کہے۔ کہ بعض زمانوں میں جہاد کرنا انصاف کے خلاف ہوتا ہے۔ تو ہم کہیں گے بے شک یہ درست بات ہے۔ ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی

مکی زندگی میں جہاد نہیں کیا

اور اگر کوئی کہے۔ کہ کبھی انصاف کے قیام اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھانا بھی ضروری ہوتا ہے۔ تو ہم کہیں گے یہ بالکل درست ہے۔ ہمارے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی انصاف کے قیام اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے

مدینہ میں تلوار اٹھائی

گویا ہمارے سامنے جو تعلیم بھی پیش کی جائے اس کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی نہ کوئی اسوہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ اگر محبت اور پیار سے کام لینے اور صبر کے ساتھ دوسروں کے مظالم برداشت کرنے کا سوال ہو۔ تو لوگوں کے سامنے ہم محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی پیش کر سکتے ہیں۔ کہ کس طرح متواتر تیرہ سال تک آپ نے کفار کے مظالم اور ان کی تکالیف کو برداشت کیا۔ اور اگر کوئی شخص ہمارے سامنے یہ بات پیش کرے۔ کہ بعض ایسے گندے اور بدفطرت لوگ بھی موجود ہوتے ہیں۔ جو بغیر اس کے کہ ان کا منہ توڑا جائے۔ اپنے ناپاک عزائم سے باز نہیں آتے۔ اور وہ نیکی اور تقوےٰ کو دنیا سے مٹانا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا علاج مقابلہ کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا۔ تو ہم کہیں گے۔ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں یہ اسوہ بھی موجود ہے۔ آج

کانگرس کو دیکھ لو

اس نے کس طرح مجبور ہو کر اسی اصل کو اختیار کیا ہے۔ جو اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور کس طرح اس نے گاندھی جی کے "اہنسا" کے اصول کو کلیۃً تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یا تو یہ حالت تھی۔ کہ گاندھی جی کو تمام کانگرسیوں نے اپنا لیڈر بنایا ہوا تھا۔ اور وہ سمجھتے تھے۔ کہ "اہنسا" ایک کامیاب ہتھیار ہے۔ اور یا آج یہ حالت ہے۔ کہ اسی ہفتہ میں کانگرس نے ایک ریزولیوشن پاس کیا ہے۔ جس میں یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ کانگرس "آہنسا" کو اس حد تک تسلیم نہیں کر سکتی۔ جس حد تک گاندھی جی اسے منوانا چاہتے ہیں۔ اور چونکہ گاندھی جی ملک پر بیرونی حملہ کے وقت میں بھی "آہنسا" سے ہی کام لینا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور کانگرس کو اس سے اتفاق نہیں۔ اس لئے کانگرس گاندھی جی کو لیڈری سے سبکدوش کرتی ہے۔ اور کانگرس کا کام ورکنگ کمیٹی اپنے ہاتھ میں لیتی ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں۔ یہ سب کچھ گاندھی جی کے مشورہ سے ہی ہوا ہوگا۔ انہوں نے کہا ہوگا۔ کہ تم مجھے بڑھاپے میں لوگوں کے سامنے کیوں شرمندہ کرتے ہو۔ میں ساری عمر لوگوں کو

"آہنسا" کا سبق

دیتا چلا آیا ہوں۔ اب اگر میں نے ہی اس کے خلاف کہا۔ تو لوگ مجھے کیا کہیں گے۔ اس لئے بہتر یہی ہے۔ کہ تم مجھے لیڈری سے سبکدوش کر دو۔ اور خود جو چاہو۔ پروگرام بنالو۔ وہ بھی جانتے ہیں۔ کہ انہوں نے تو لڑنا ہی نہیں۔ لڑنا تو ملک کے دوسرے لوگوں نے ہے۔ پس ان کی علیحدگی سے کام کا نقصان تو کوئی ہوگا نہیں۔ چنانچہ انہوں نے کہہ دیا۔ کہ بجائے اس کے کہ تم میرے منہ سے یہ کہلواؤ۔ کہ اب "آہنسا" سے کام لینے کا وقت نہیں رہا۔ تم مجھے "اہنسا اہنسا" کرنے دو۔ اور خود ملکی دفاع کے لئے تلواریں جمع کرتے رہو۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ گاندھی جی کامیاب لیڈر ہیں۔ مگر یہ کونسی کامیابی ہے۔ کہ ہر ایک شخص ساری عمر "اہنسا اہنسا" کا شور مچاتا رہتا ہے۔ مگر جب اس کی عمر میں ہندوستان پر

ایک ہی نازک وقت

آتا ہے۔ تو اس وقت سارے ہندوستان کے لوگ یہ کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ اب "اہنسا" سے کام نہیں چل سکتا۔ اور وہ اس بات پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ "اہنسا" کے خلاف آواز اٹھائیں۔ اور ایک شخص بھی ایسا نہیں رہتا۔ جو گاندھی جی کا ساتھ دے۔ فارورڈ بلاک والے پہلے ہی الگ تھے۔ اب کانگرس کا دوسرا حصہ بھی گاندھی جی سے الگ ہو گیا۔ اور اس نے بھی علے الاعلان کہہ دیا۔ کہ ہم یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کہ ہر حالت اور ہر زمانہ میں "اہنسا" سے کام لیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ملک کو جب

بیرونی حملہ کا خطرہ

ہو۔ تو اس وقت اس بات کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ تلوار کا تلوار سے مقابلہ کیا جائے۔ اور چونکہ اس اصول میں ہمیں گاندھی جی سے اختلاف ہے۔ اس لئے ہم انہیں لیڈری سے سبکدوش کرتے ہیں۔ اور تمام کام اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔ گویا وہی تعلیم آگئی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کے سامنے پیش فرمائی۔ اب وہی مولوی جو یہ کہا کرتے تھے۔ کہ

"اہنسا" ہی اصل چیز ہے

یہ کہنے لگ جائیں گے۔ کہ "اہنسا" ہر حالت میں قابل عمل نہیں۔ بعض دفعہ سختی سے کام لینا بھی ضروری ہوتا ہے۔ مگر کون شخص ہے۔ جو اس عرصہ میں اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ وہ کون شخص ہے۔ جس کی تعلیم پچاس سال تک ایک انچ بھی اِدھر اُدھر نہ ہوئی۔ وہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔ کبھی آپ کی قوم کو یہ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ کہ یہ تعلیم ہمارے کام نہیں آسکتی۔ اس میں تبدیلی ہونی چاہیئے۔ جیسے گاندھی جی کی قوم نے ان سے کہہ دیا۔ بھلا اس سے زیادہ ناکامی کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ ساری عمر کی محنت۔ ساری عمر کی کوشش۔

ساری عمر کی جدوجہد اور ساری عمر کی تلقین و تعلیم کے بعد اس کے اپنے اتباع اس کے نائب اور اسکی قوم کے افراد اسے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم آپ کے اصول کو

ہر حالت میں ماننے کے لئے

تیار نہیں۔ چاہے یہ مخالفت کتنے ہی نرم الفاظ میں کی جائے۔ چاہے کتنے ہی ریشمی کپڑوں میں لپیٹ کر کی جائے۔ بہر حال یہ حقیقت ہے۔ کہ انہوں نے گاندھی جی سے کہہ دیا۔ کہ ہم آپ کی یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اور اس وجہ سے ہم آپ کو

لیڈری سے سبکدوش

کرکے خود اپنے ہاتھ میں تمام کام لیتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم کے جو معنے کئے۔ تم بتاؤ۔ کہ اسے کب منسوخ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ وہ نہ آج سے دس سال پہلے منسوخ ہوئی۔ اور نہ آج منسوخ ہے۔ اور نہ آئندہ کبھی منسوخ ہو سکتی ہے۔ کتنی صاف سیدھی واضح اور اعلےٰ درجہ کی تعلیم ہے کہ جب تم پر کوئی ظلم کرے۔ تو اسے برداشت کرو۔ اور برداشت کرتے چلے جاؤ۔ مگر جب وہ تمہارے

مذہب میں دست اندازی

کرے۔ اور جبرًا تمہارا مذہب تم سے چھڑانا چاہے اور ان اعمال میں دخل دے۔ جو افراد کی مذہبی آزادی سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو اس وقت تمہارا خدا تمہیں حکم دیتا ہے۔ کہ تم کھڑے ہو جاؤ۔ اور تلوار کا مقابلہ تلوار سے اور سختی کا مقابلہ سختی سے کرو۔ مگر اسلام ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے۔ کہ انسان کی روح کبھی پاک نہیں ہو سکتی جب تک وہ قربانی اور صبر سے کام نہ لے۔ بے شک تلوار کا چلانا انسان کو بہادر بنا سکتا ہے۔ بے شک تلوار کا چلانا دوسروں کو مرعوب کر سکتا ہے۔ بے شک تلوار کا چلانا انسان کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا سکتا ہے۔ جیسے ہٹلر اور مسولینی کا نام آج بچے بچے کی زبان پر ہے۔ مگر

تلوار کا چلانا انسانی روح کو پاک نہیں بنا سکتا

اگر کسی کو روح کی پاکیزگی کی خواہش ہو۔ تو اس کے لئے ضروری ہوگا۔ کہ وہ اپنے اندر صبر اور استقلال اور قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا کرے اور لوگوں کے مظالم کو خوشی سے برداشت کرے۔ پس اگر خالی تلوار چلانا ہی رکھا جاتا۔ تو روح کی پاکیزگی کا سامان بہت کمزور ہو جاتا۔ بے شک نماز بھی انسانی روح کو پاک کرتی ہے۔ بے شک روزہ بھی انسانی روح کو پاک کرتا ہے۔ بے شک حج بھی انسانی روح کو پاک کرتا ہے۔ بے شک زکوٰۃ بھی انسانی روح کو پاک کرتی ہے۔ مگر روح کو مکمل پاک کرنے کے لئے نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ کے ساتھ

صبر اور برداشت

کے مادہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب تک یہ نہ ہو۔ انسانی روح پورے طور پر پاک نہیں ہو سکتی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ انسانوں کو پاک کرنے کے یہ دونوں طریق رکھ دیئے۔ چنانچہ ابتدائے اسلام میں ایک زمانہ تو وہ گذرا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی اعلےٰ درجہ کی روحانی تکمیل کے لئے حکم دے دیا۔ کہ

ماریں کھاؤ اور صبر کرو

گالیاں سنو اور برداشت کرو۔ مگر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب کفار کے مظالم حد سے بڑھ گئے۔ تو اللہ تعالےٰ نے انہیں اس بات کی اجازت دے دی۔ کہ تلوار کا تلوار سے مقابلہ کیا جائے۔ تاکہ جرأت اور بہادری کے اخلاق بھی ان میں پیدا ہوں۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جن کو اللہ تعالےٰ کمال کے اعلیٰ درجہ تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اور اس نے ان امتحانوں میں سے گزار کر انہیں بہت بڑے روحانی مقامات عطا فرمائے۔ اگر کہو کہ جب اسلام غالب آگیا۔ اور اس کی حکومت قائم ہوگئی۔ تو پھر

صبر کا نمونہ

دکھانے کا کونسا موقعہ ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اول تو غلبہ کی صورت میں بھی خود اپنے لوگوں کے ساتھ معاملات میں صبر کے مواقع نکلتے رہتے ہیں۔ لیکن اسکے علاوہ اسلام نے غلبہ کے وقت میں بھی لڑائیوں پر حد بندیاں لگا کر صبر اور برداشت کی طاقت پیدا کرنے کے سامان کر دیئے ہیں۔ وہ مسلم کو حکم دیتا ہے۔ کہ جب کوئی دشمن صلح کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ تو انکار نہ کرو۔ اسی طرح لڑائی کے متعلق ایسے قواعد مقرر کئے ہیں۔ جو انسان کو نفسانی غصہ نکالنے سے باز رکھتے ہیں۔ اس کے برخلاف اب جو لڑائیاں ہوتی ہیں۔ وہ بالکل اور اصول پر لڑی جاتی ہیں۔ مثلاً اب لڑائی میں جب کوئی فریق ہتھیار رکھ دیتا ہے۔ تو اسے کہا جاتا ہے۔ کہ جب تک تم بالکل ہمارے تابع نہ ہو جاؤ۔ اس وقت تک لڑائی ہم تم سے بند نہیں کر سکتے۔ جیسے جرمنی اور فرانس کے مقابلہ میں جب فرانس والوں نے کہا۔ کہ ہم ہتھیار رکھتے ہیں۔ ہم سے صلح کر لی جائے۔ تو جرمنی نے کہا۔ کہ ہرگز نہیں۔ جب تک تم اپنے تمام ہتھیار اور سامان حرب ہمارے قبضہ میں نہ دے دو۔ ہم تم سے لڑائی بند کرنے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن قرآن یہ کہتا ہے۔ کہ جنگ کی حالت میں جب دشمن تمہیں صلح کا پیغام دے تو فورًا اسکو قبول کر لو۔ اور اسی وقت لڑائی بند کر دو۔ اور یہ امر انسانی نفس پر جس قدر گراں گذرتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ ایک فاتح جرنیل جب اپنی فوج لئے دشمن کے علاقہ کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور دشمن شکست پر شکست کھاتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے۔ کہ اگر میں نے مقابلہ کو جاری رکھا تو میں اسے کلی طور پر ذلیل اور رسوا کر دوں گا۔ اس وقت اگر دشمن

صلح کی درخواست

کرے۔ تو اسلام کہتا ہے۔ اس سے بعد تمہارے لئے لڑائی کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ اور خواہ تمہارے دلوں میں کتنا ہی جوش پیدا ہو۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ لڑائی بند کر دو اور اگر جاری رکھو گے۔ تو گنہگار ٹھہرو گے۔ ایسے مواقع پر طبائع میں جس قدر جوش پیدا ہوتا ہے۔ اس کا پتہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگ سکتا ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دفعہ صحابہ رضؓ سمیت مدینہ سے مکہ کو عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اہل مکہ اس وقت بالکل بے بس تھے۔ ان کا لشکر تھوڑا تھا۔ اور ان کے مددگار دور دور تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے پاس ایک ایسی حجت تھی۔ کہ اگر اس وقت لڑائی ہو جاتی۔ تو ساری دنیا اہل مکہ پر لعنت کرتی اور وہ یہ کہ آپ لڑائی کے لئے نہیں بلکہ عمرہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ غرض مکہ والے مقابلہ کی تیاری کر رہے تھے۔ اور آپ مکہ کی طرف بڑھتے جا رہے تھے۔ کہ ایک مقام پر آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ صحابہ رضؓ نے اس کو اٹھانا چاہا۔ تو آپؐ نے انہیں روک دیا۔ اور فرمایا۔ جس خدا نے اصحاب الفیل کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ اسی خدا نے میری اس اونٹنی کو روکا ہے۔ مطلب یہ کہ

خدا نہیں چاہتا کہ دشمن سے لڑائی ہو

ہمیں اس وقت بغیر عمرہ اور طواف کئے واپس چلے جانا چاہیئے۔ صحابہ رضؓ نے اس وقت بہت جوش دکھایا۔ اور ان کی حالت اس قسم کی تھی۔ کہ یوں معلوم ہوتا تھا۔ ان کی روحیں متزلزل ہوگئی ہیں۔ حضرت عمر رضؓ جیسا ایماندار انسان یہ دیکھ کر بے تاب ہوگیا اور انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ کیا آپ کو یہ رؤیا نہیں ہوا تھا۔ کہ ہم مکہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اور ہم نے عمرہ کیا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ عمر رضؓ۔ خدا نے یہ کب کہا تھا۔ کہ اسی سال یہ رؤیا پورا ہوگا۔ جب وقت آئے گا۔ خدا تعالےٰ ہمیں عمرے کا موقعہ دے دیگا۔ مگر اب انہوں نے صلح کی درخواست کی ہے۔ جسے ہم رد نہیں کر سکتے۔ اور ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم واپس چلے جائیں۔ اسی طرح وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے۔ اور انہوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔ غرض اسلام صبر کی دونوں حالتوں میں تلقین کرتا ہے۔ اس وقت بھی جب دشمن کی طرف سے ظلم ہو رہا ہو۔ اور اس وقت بھی جب انسان لڑائی کرتے ہوئے دشمن پر غالب آ رہا ہو۔ مگر وہ صلح کی درخواست کر دے۔ ایسی حالت میں بھی انسان یہی نصیحت کرتا ہے۔ کہ صبر اور برداشت سے کام لیتے ہوئے لڑائی کو فورًا بند کر دیا جائے۔ اور دشمن سے انتقام لینے کے لئے اسے ذلیل اور رسوا نہ کیا جائے۔ جہاد کے متعلق یہ اسلامی ہدایات اسی زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ جس میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے مومنوں پر جہاد فرض ہوتا ہے۔ مگر بعض زمانے ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن میں سالہا سال تک لڑائی جھگڑوں سے مجتنب رہنے کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ چنانچہ

مسیحی صفت انبیاء

ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان کے زمانہ میں کلی طور پر نسلوں کی نسلوں اور قوموں کی قوموں کو خاموشی سے دن گزارنے پڑتے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح ناصری کی امت نے سینکڑوں سال اسی حالت میں گزارے۔ یہی حال اب ہمارا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا۔ اور جنہیں آپ کی صحابیت کا شرف حاصل ہوا۔ ان کا کثیر حصہ فوت ہو چکا ہے۔ اور اب بہت ہی کم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ رضؓ رہ گئے ہیں۔ زیادہ تر ان لوگوں کی ہی تعداد ہے۔ جو بعد میں پیدا ہوئے۔ مگر باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کثیر صحابہ رضؓ فوت ہو چکے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ اب کثرت اس نسل کی ہے۔ جو بعد میں پیدا ہوئی۔ ابھی ہمارے لئے یہی حکم ہے۔ کہ صبر کرو۔ استقلال دکھاؤ۔ اور گریہ وزاری اور دعاؤں سے کام لو۔ کیونکہ ہماری کامیابی کا یہی رستہ ہے۔ کہ ہم دعاؤں سے کام لیں۔

تلواروں کے ذریعہ ہمیں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی

مگر ہماری جماعت کے سب لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ اور وہ سب اپنی کامیابی کے اس طریق پر یقین رکھتے ہیں۔ میں تو دیکھتا ہوں۔ جماعت کے بعض دوستوں کے دلوں میں یہ وسوسے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ کہ وہ حکومتیں نہیں آئیں۔ وہ طاقتیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں آئیں۔ جن حکومتوں اور جن طاقتوں کے ملنے کا ہم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اور وہ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ ان کی تمام قوتیں اور ان کی تمام طاقت خدا تعالیٰ نے دعاؤں میں ہی رکھی ہے۔ نہ کہ حکومتوں اور سلطنتوں میں۔ تمہاری مثال درحقیقت اس بچہ کی سی ہے۔ جو ابھی دودھ پی رہا ہوتا ہے۔ اور ماں اسے اپنی چھاتی سے چمٹائے پھرتی ہے۔ اور وہ لوگ جو دشمن سے لڑائی کیا کرتے ہیں۔ ان کی مثال اس جوان کی سی ہوتی ہے۔ جو اپنی ماں کے پہلو میں کھڑا ہو کر اسکی حفاظت کے لئے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اس شخص کی حالت رشک کے قابل ہوتی ہے۔ جو اپنی ماں کی حفاظت کے لئے لڑ رہا ہو۔ مگر کبھی اس کے دل میں بھی اس بات پر رشک پیدا ہوتا ہے۔ کہ جیسے چھوٹے بچے کو ماں نے اپنی چھاتی سے لگا رکھا ہے۔ اسی طرح وہ بھی اپنی ماں کی گود میں ہوتا۔ پس تم کیوں سمجھتے ہو۔ کہ وہ حالت قابلِ رشک ہے۔ اسی طرح یہ حالت بھی قابلِ رشک ہے۔ کہ

خدا تعالےٰ نے ہمارے تمام کام اپنے ذمہ لئے ہوئے ہیں

بے شک چھوٹا بچہ بعض دفعہ اپنی ماں سے کہتا ہے۔ کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں خود چلنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ میں بھی دوسروں کی طرح اکڑوں اور دوسروں کی طرح چل پھر کر کام کاج کروں۔ مگر جب وہ اکڑتا یا تھوڑی دیر کے لئے ہی چلتا پھرتا ہے۔ تو گر پڑتا ہے۔ کیونکہ ابھی وہ اسی قابل ہوتا ہے۔ کہ ماں کی گود میں بیٹھا رہے۔ اور اسکی چھاتی سے دودھ پئے۔

مسیحی صفت انبیاء کے ابتدائی زمانوں میں بھی خدا تعالےٰ اپنی جماعت کو اپنی گود میں بٹھاتا اور اسے

رحمت اور عرفان کا دودھ

پلاتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آجاتا ہے۔ جب دنیوی برکات سے بھی اسے متمتع کر دیا جاتا ہے۔ مگر روحانی برکات کے مقابلہ میں دنیوی برکات کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

پس ہماری جماعت کو اپنا مقام سمجھتے ہوئے دعاؤں اور نمازوں کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔ اس غرض کے لئے ہر محلہ میں اس بات کی نگرانی ہونی چاہیئے۔ کہ لوگ مساجد میں نماز باجماعت کے لئے آتے ہیں یا نہیں۔ اور جو لوگ مسجدوں میں آنے میں سست ہوں۔ انہیں نصیحت کرنی چاہیئے۔ کہ وہ باجماعت نماز پڑھا کریں۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ جماعت کے اندر بہت سی اصلاح ہوئی ہے۔ اور میں نے دیکھا ہے۔ کہ مساجد میں پہلے سے زیادہ لوگ نمازیں پڑھنے آتے ہیں۔ مگر پھر بھی ابھی بہت کچھ توجہ کی ضرورت ہے۔

بُری صحبت

نوجوانوں کو بہت خراب کر دیا کرتی ہے۔ اس لئے اس بات کی بھی ضرورت ہے۔ کہ جو بچے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں۔ انہیں بد صحبتوں سے بچا کر مساجد سے ان کا تعلق بڑھایا جائے۔ ذکر الٰہی کی عادت ڈالی جائے۔ اور بجائے اس کے کہ وہ گپیں ہانک کر اپنے وقت کو ضائع کیا کریں۔ انہیں تسبیح و تحمید اور رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر درود بھیجنے کی تلقین کی جائے۔ جس دن ہماری جماعت میں یہ باتیں پیدا ہو جائیں گی۔ اسی دن ان کی دعاؤں میں بھی برکت پیدا ہو جائے گی۔ اب کئی لوگ دعائیں تو کرتے ہیں۔ مگر بعد میں شکایت کرتے ہیں۔ کہ نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔ اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ مساجد سے ان کا تعلق نہیں ہوتا۔ اور نہ ذکر الٰہی کی طرف ان کی توجہ ہوتی ہے۔ اگر وہ مسجدوں میں باقاعدہ آیا کریں۔ تو ان کی دعاؤں میں بھی تاثیر پیدا ہو جائے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ سے کچھ مانگنے کا اصل مقام خدا تعالےٰ کا گھر ہے۔ اور

خدا تعالےٰ کا گھر مسجدیں ہیں

اگر تم اپنے کسی دوست سے کوئی چیز مانگو اور فرض کرو۔ کہ اس کا نام جلال الدین ہو۔ تو تمہارے لئے ضروری ہوگا۔ کہ تم اس کے گھر پر پہنچ کر اسے آواز دو۔ اور اپنی حاجت اس کے سامنے پیش کرو۔ لیکن اگر تم اپنے گھر میں بیٹھ کر ہی کہتے رہو۔ کہ میاں جلال الدین مجھے روٹی دینا۔ میاں جلال الدین مجھے پانی دینا۔ تو تمہیں روٹی اور پانی نہیں مل سکے گا۔ ہاں اگر تم اس کے گھر پر جا کر دستک دو۔ اور روٹی اور پانی کا مطالبہ کرو۔ تو وہ تمہیں فوراً دے دیگا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہر مقام پر مومن کی دعا کو سُن لیتا ہے۔ مگر جب اسی نے یہ شرط لگا دی ہے۔ کہ اگر تم میرے گھر میں دعائیں مانگو گے۔ تو میں انہیں زیادہ قبول کروں گا۔ تو تمہارے لئے بھی ضروری ہے۔ کہ اس کے گھر جاؤ۔ اور اس سے مانگو۔ تاکہ وہ تم پر زیادہ سے زیادہ رحم کرے۔ پس مسجدیں اللہ تعالےٰ کا گھر ہیں۔ ان کو ہمیشہ نمازوں اور دعاؤں اور ذکر الٰہی سے آباد رکھو۔ اور بالخصوص

اپنی اولاد کو مساجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا پابند بناؤ

اگر تم خود دن رات عبادت میں مشغول رہتے ہو مگر تمہاری اولادیں اس طرف متوجہ نہیں۔ اور نہ تمہیں ان کا کوئی خیال ہے۔ تو درحقیقت تم نے اپنی اولاد پر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ اور تم سے بڑھ کر ان کا اور کوئی دشمن نہیں۔ اسی طرح وہ عورتیں بھی اپنی اولاد کی دشمن ہیں۔ جن کے بچوں کو اگر بخار یا سر درد ہو جاتا ہے۔ تو انہیں علاج کا فکر ہو جاتا ہے۔ مگر جب

خدا تعالیٰ کی عبادت کا سوال

آتا ہے۔ تو وہ اپنے بچہ کے متعلق کہہ دیتی ہیں۔ کہ اسے کیا کہنا ہے۔ یہ تو ابھی "نیانا" ہے۔ اس طرح بچہ اور "نیانا" کہہ کر وہ اسکی عمر کو برباد کر دیتیں اور اسے ساری عمر نیک کاموں سے محروم رہنے والا بنا دیتی ہیں۔

پس دوستوں کو چاہیئے۔ کہ وہ رستہ اختیار کریں۔ جو اس زمانہ میں خدا تعالےٰ نے ان کی کامیابی کے لئے مقرر کیا ہوا ہے۔ جب تک وہ صحیح رستہ اختیار نہیں کریں گے۔ ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہوگی۔ جیسے ہندوستان میں بیٹھ کر نماز پڑھتے وقت کوئی شخص مشرق کی طرف مُنہ کرے۔ یا یمن اور عدن میں رہنے والا جنوب کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔ یا شام دمشق اور فلسطین میں رہنے والا شمال کی طرف مُنہ کرے۔ یا ایبے سینیا اور ایسٹ افریقہ میں رہنے والا مغرب کی طرف مُنہ کرے۔ جس طرح ان لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اس راستہ کو اختیار نہیں کرتا۔ جو اس کی کامیابی کے لئے خدا تعالےٰ نے مقرر کیا ہوا ہے۔ تو اسے بھی کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ اور میں نے بتایا ہے۔ کہ ہمارے لئے کامیابی کا رستہ یہی ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دامن کو پکڑ کر اس کے پاس بیٹھ جائیں۔ اور اسے کہیں۔ کہ ہم نے جو کچھ لینا ہے تجھی سے لینا ہے۔ اگر ہم یہ طریق اختیار کرلیں۔ تو ہماری کامیابی میں کوئی شبہ نہیں ہوگا۔ دنیا میں خواہ کوئی تغیر آئے۔ خواہ کتنے بڑے مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ اگر ہم اس راستہ پر چلتے چلے جائیں گے۔ تو ہماری کامیابی قطعی اور یقینی ہوگی۔ لیکن اگر ہم خدا تعالےٰ کا رستہ چھوڑ دیں۔ اور دوسری قوموں کی طرف دیکھ کر یہ خیال کریں۔ کہ جس رنگ میں انہوں نے ترقی کی ہے۔ اسی رنگ میں ہم بھی ترقی کر سکتے ہیں۔ تو ہماری تمام کوششیں اول تو ہیں ہی حقیر اور بے حقیقت۔ لیکن اگر دنیا کی ساری طاقتیں بھی ہمارے ساتھ مل جائیں۔ اور ہم ان تمام طاقتوں کو استعمال میں بھی لے آئیں۔ تب بھی ہماری ناکامی میں کوئی شبہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہی راستہ رکھا ہے کہ ہم اس کا دامن پکڑیں۔ اور اس سے دعائیں کرتے چلے جائیں۔ پس اس راہ کو اختیار کرو۔ جو خدا نے تمہارے لئے تجویز کیا ہوا ہے۔ اگر تم اسکو چھوڑ دوگے۔ تو کبھی کامیاب [illegible]

چاند۔ میرا چاند

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے قلم سے

سمندر کے کنارے چاند کی سیر نہایت پُر لطف ہوتی ہے۔ اس سفر کراچی میں ایک دن ہم رات کو کلفٹن کی سیر کے لئے گئے۔ میری چھوٹی بیوی صدیقہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ۔ میری تینوں لڑکیاں ناصرہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ۔ امۃ الرشید بیگم سلمہا اللہ تعالےٰ۔ امۃ العزیز سلمہا اللہ تعالیٰ۔ امۃ الودود مرحومہ اور عزیزم منصور احمد سلمہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ تھے۔ رات کے گیارہ بجے چاند سمندر کی لہروں میں ہلتا ہوا بہت ہی بھلا معلوم دیتا تھا۔ اور اوپر آسمان پر وہ اور بھی اچھا معلوم دیتا تھا۔ جوں جوں ریت کے ہموار کنارہ پر ہم پھرتے تھے۔ لطف بڑھتا جاتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت نظر آتی تھی۔ تھوڑی دیر ادھر ادھر ٹہلنے کے بعد ناصرہ بیگم سلمہا اللہ اور صدیقہ بیگم جن دونوں کی طبیعت خراب تھی۔ تھک کر ایک طرف ان چٹائیوں پر بیٹھ گئیں۔ جو ہم ساتھ لے گئے تھے۔ ان کے ساتھ عزیزم منصور احمد سلمہ اللہ تعالیٰ بھی جا کھڑے ہوئے۔ اور پھر عزیزہ امۃ العزیز سلمہا اللہ تعالیٰ بھی وہاں چلی گئی۔ اب صرف میں۔ عزیزہ امۃ الرشید بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ اور عزیزہ امۃ الودود مرحومہ پانی کے کنارے پر کھڑے رہ گئے۔ میری نظر ایک بار پھر آسمان کی طرف اٹھی۔ اور میں نے چاند کو دیکھا۔ جو رات کی تاریکی میں عجیب انداز سے اپنی چمک دکھا رہا تھا۔ اس وقت قریباً پچاس سال پہلے کی ایک رات میری آنکھوں میں پھر گئی۔ جب ایک عارف باللہ محبوب ربانی نے چاند کو دیکھ کر ایک سرد آہ کھینچی تھی۔ اور پھر اس کی یاد میں دوسرے دن دنیا کو یہ پیغام سنایا تھا:۔

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

پہلے تو تھوڑی دیر میں یہ شعر پڑھتا رہا۔ پھر میں نے چاند کو مخاطب کر کے اسی جمالِ یار والے محبوب کی یاد میں کچھ شعر خود کہے۔ جو یہ ہیں:۔

یوں اندھیری رات میں اے چاند تو چمکا نہ کر
حشر اک سیمیں بدن کی یاد میں برپا نہ کر
کیا لبِ دریا مری بے تابیاں کافی نہیں
تو جگر کو چاک کر کے اپنے یوں تڑپا نہ کر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے بعد میری توجہ براہ راست اس محبوب حقیقی کی طرف پھر گئی۔ جس کے حسن کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور میں نے اسے مخاطب کر کے چند شعر کہے۔ جو یہ ہیں :-

دُور رہنا اپنے عاشق سے نہیں دیتا ہے زیب
آسماں پر بیٹھ کر تو یوں مجھے دیکھا نہ کر

بے شک چاند میں سے کسی وقت اللہ تعالےٰ کا حسن نظر آتا ہے۔ مگر ایک عاشق کے لئے وہ کافی نہیں۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ اس کا محبوب چاند میں سے اسے نہ جھانکے۔ بلکہ اس کے دل میں آئے۔ اس کے عرفان کی آنکھوں کے سامنے قریب سے جلوہ دکھائے۔ اس کے زخمی دل پر مرہم لگائے۔ اور اس کے دکھ کی دوا خود ہی بن جائے۔ کہ اس دوا کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں۔ مگر کبھی تو ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس محبوب حقیقی کا عاشق چاند میں بھی اس کا جلوہ نہیں دیکھتا۔ چاند میں ایک پھیکی ٹکیہ سے زیادہ کچھ بھی تو نظر نہیں آتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس محبوب نے اپنا چہرہ اس سے بھی چھپا رکھا ہے۔ کہ کہیں اس میں سے اس کا عاشق اس کا چہرہ نہ دیکھ لے۔ اور وہ کہتا ہے۔ کہ کاش چاند کے پردہ پر ہی اس کا عکس نظر آجائے۔ اور میں نے کہا :-

عکس تیرا چاند میں گر دیکھ لوں کیا عیب ہے
اس طرح تو چاند سے لے میری جاں پروانہ کر

پھر میری نظر سمندر کی لہروں پر پڑی۔ جن میں چاند کا عکس نظر آتا تھا۔ اور میں اس کے قریب ہوا۔ اور چاند کا عکس اور پرے ہو گیا۔ میں اور بڑھا اور عکس اور دُور ہو گیا۔ اور میرے دل میں ایک درد اٹھا۔ اور میں نے کہا۔ بالکل اسی طرح کبھی سالک سے سلوک ہوتا ہے وہ اللہ تعالےٰ کی ملاقات کے لئے کوشش کرتا ہے۔ مگر بظاہر اس کی کوششیں ناکامی کا منہ دیکھتی ہیں۔ اس کی عبادتیں۔ اس کی قربانیاں اس کا ذکر اس کی آہیں کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے استقلال کا امتحان لیتا ہے۔ اور سالک اپنی کوششوں کو بے اثر پاتا ہے۔ کئی تھوڑے دل والے مایوس ہو جاتے ہیں۔ اور کئی ہمت والے کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔ مگر یہ دن بڑے ابتلاء کے دن ہوتے ہیں۔ اور سالک کا دل ہر لحظہ مرجھایا رہتا ہے۔ اور اس کا حوصلہ پست ہو ہو جاتا ہے۔ چونکہ چاند کے عکس کا اس طرح آگے آگے دوڑتے چلے جانے کا بہترین نظارہ کشتی میں بیٹھ کر نظر آتا ہے۔ جو میلوں کا فاصلہ طے کرتی جاتی ہے۔ مگر چاند کا عکس آگے ہی آگے بھاگا چلا جاتا ہے۔ اس لئے میں نے کہا :-

بیٹھ کر جب عشق کی کشتی میں آؤں تیرے پاس
آگے آگے چاند کی مانند تو بھاگا نہ کر

میں نے اس شعر کا مفہوم دونوں بچیوں کو سمجھانے کے لئے ان سے کہا۔ کہ آؤ ذرا میرے ساتھ سمندر کے پانی میں چلو۔ اور میں انہیں لے کر کوئی پچاس ساٹھ گز سمندر کے پانی میں گیا۔ اور میں نے کہا دیکھو چاند کا عکس کس طرح آگے آگے بھاگا جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی کبھی بندہ کی کوششیں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے بیکار جاتی ہیں۔ اور وہ جتنا بڑھتا ہے۔ اتنا ہی اللہ تعالیٰ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اور اس وقت سوائے اس کے کوئی علاج نہیں ہوتا کہ انسان اللہ تعالیٰ ہی سے رحم کی درخواست کرے۔ اور اسی کے کرم کو چاہے۔ تا کہ وہ اس ابتلاء کے سلسلہ کو بند کر دے۔ اور اپنی ملاقات کا شرف اسے عطا کرے۔

اس کے بعد میری نظر چاند کی روشنی پر پڑی۔ کچھ اور لوگ اس وقت کہ رات کے بارہ بجے تھے۔ سیر کے لئے سمندر پر آگئے۔ ہوا تیز چل رہی تھی۔ لڑکیوں کے برقعوں کی ٹوپیاں ہوا سے اُڑی جا رہی تھیں۔ اور وہ زور سے ان کو پکڑ کر اپنی جگہ پر رکھ رہی تھیں۔ وہ لوگ گو ہم سے دُور تھے۔ مگر میں لڑکیوں کو لے کر اور دُور ہو گیا۔ اور مجھے خیال آیا۔ کہ چاند کی روشنی جہاں دلکشی کے سامان رکھتی ہے۔ وہاں پردہ بھی اٹھا دیتی ہے۔ اور میرا خیال اس طرف گیا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل کبھی بندہ کی کمزوریوں کو بھی ظاہر کر دیتے ہیں۔ اور دشمن انہیں دیکھ کر ہنستا ہے۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہا :-

اے شعاعِ نور یوں ظاہر نہ کر میرے عیوب
غیر ہیں چاروں طرف ان میں مجھے رسوا نہ کر

اس کے بعد میری نظر بندوں کی طرف اُٹھ گئی۔ اور میں نے سوچا۔ کہ محبت جو ایک نہایت پاکیزہ جذبہ ہے۔ اسے کس طرح بعض لوگ ضائع کر دیتے ہیں۔ اور اس کی بے پناہ طاقت کو محبوب حقیقی کی ملاقات کے لئے خرچ کرنے کی جگہ اپنے لئے وبالِ جان بنا لیتے ہیں۔ اور میں نے اپنے دوستوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :-

ہے محبت ایک پاکیزہ امانت اے عزیز
عشق کی عزت ہے واجب عشق سے کھیلا نہ کر

پھر میری نگاہ سمندر کی لہروں کی طرف اُٹھی جو چاند کی روشنی میں پہاڑوں کی طرح اٹھتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ اور میری نظر سمندر کے اس پار ان لوگوں کی طرف اُٹھی۔ جو فرانس کے میدان میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہر روز اپنی جانیں دے رہے تھے۔ اور میں نے خیال کیا۔ کہ ایک وہ بہادر ہیں۔ جو اپنے ملکوں کی عزت کے لئے یہ قربانیاں کر رہے ہیں۔ ایک ہندوستانی ہیں۔ جن کو اپنی تن آسانیوں سے ہی فرصت نہیں۔ اور مجھے اپنی مستورات کا خیال آیا۔ کہ وہ کس طرح قوم کا بے کار عضو بن رہی ہیں۔ اور حقیقی کوشش اور سعی سے محروم ہو چکی ہیں۔ کاش کہ ہمارے مردوں اور عورتوں میں بھی جوشِ عمل پیدا ہو۔ اور انہیں یہ احساس ہو۔ کہ آخر وہ بھی تو انسان ہیں۔ جو سمندر کی لہروں پر کودتے پھرتے ہیں۔ اور اپنی قوم کی ترقی کے لئے جانیں دے رہے ہیں۔ جو میدانوں کو اپنے خون سے رنگ رہے ہیں۔ اور ذرا بھی پروا نہیں کرتے۔ کہ ہمارے مر جانے سے ہمارے پسماندگان کا کیا حال ہو گا۔ اور میں نے کہا :-

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی
جا لپٹ جا لہر سے دریا کی۔ کچھ پروا نہ کر

جب میں نے یہ شعر پڑھا۔ میری لڑکی امۃ الرشید نے کہا۔ ابا جان دیکھیں۔ آپا دودی کو کیا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا۔ کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا۔ اس کا جسم تھر تھر کانپنے لگ گیا ہے۔ میں نے پوچھا۔ دودی۔ تم کو کیا ہوا ہے۔ اس نے جیسے بچیاں کہا کرتی ہیں کہا کچھ نہیں۔ اور ہم سمندر کے پانی کے پاس سے ہٹ کر باقی ساتھیوں کے پاس آگئے۔ اور وہاں سے گھر کو واپس چل پڑے۔

امۃ الودود کی وفات کے بعد میں یہی شعر پڑھ رہا تھا۔ کہ صدیقہ بیگم نے مجھے بتایا۔ کہ امۃ الودود نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ شاید چچا ابا نے یہ شعر میرے متعلق کہا تھا۔ تب میں نے مرحومہ کے کانپنے کی وجہ کو سمجھ لیا۔ وہ امتحان دے چکی تھی۔ اور تعلیم کا زمانہ ختم ہونے کے بعد اس کے عمل کا زمانہ شروع ہوتا تھا۔ اس کی نیک فطرت نے اس شعر سے سمجھ لیا۔ کہ میں اسے کہہ رہا ہوں۔ کہ اب تم کو عملی زندگی میں قدم رکھنا چاہیئے۔ اور ہر طرح کے خطرات برداشت کر کے اسلام کے لئے کچھ کر کے دکھانا چاہیئے۔

خدا کی قدرت عمل میں کامیابی کا منہ دیکھنا اس کے مقدر میں نہ تھا۔ موت میں زندگی اللہ تعالیٰ نے اسے دیدی وہ قادر ہے جس طرح چاہے۔ اسے زندگی بخش دیتا ہے۔

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی
جا لپٹ جا لہر سے دریا کی۔ کچھ پروا نہ کر

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ اذکروا اموا تکم بالخیر اپنے مردوں کا نیک ذکر قائم رکھو۔ اسی لئے میں نے اس واقعہ کا ذکر کر دیا ہے۔ کہ اس سے مرحومہ کی سعید طبیعت کا اظہار ہوتا ہے۔ کس طرح اس نے اس شعر کا اپنے آپ کو مخاطب سمجھا۔ حالانکہ بہت ہیں۔ جو نصیحت کو سنتے ہیں۔ اور اندھوں کی طرح اس پر سے گذر جاتے ہیں۔ اور کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔

اس موقعہ پر ایک اور واقعہ مرحومہ کا مجھے یاد آگیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسے کس طرح نصیحت پر فوراً عمل کرنے کا احساس تھا۔ اور میرے لفظوں پر وہ کس طرح کان رکھتی تھی۔ میں نے سفر میں دیکھا۔ کہ عزیز منصور احمد سلمہ اللہ تعالیٰ جرمن ریڈیو کی خبریں شوق سے سنا کرتے تھے۔ مجھ پر یہ اثر ہوا۔ کہ شاید وہ ان خبروں کو زیادہ درست اور زیادہ سچا سمجھتے ہیں۔ مجھے یہ بات کچھ بُری معلوم ہوئی۔ میری بیوی اور لڑکیاں ایک کمرہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں وہاں آیا۔ اور میں نے افسوس کا اظہار کیا۔ کہ حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کہ کون ظالم ہے۔ اور کون مظلوم۔ مگر اس وقت تک جو ہمارا علم ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ انگریزوں کی کامیابی میں دنیا کی بھلائی ہے۔

پس جب تک ہمارا علم یہ کہتا ہے۔ ہمیں ان سے ہمدردی ہونی چاہیئے۔ اور ان کی تکلیف سے تکلیف اور ان کی کامیابی سے خوشی ہونی چاہیئے۔ پھر نہ معلوم ہمارے بچے کیوں خوشی سے جرمن خبروں کی طرف دوڑتے ہیں۔ میں بات کر رہا تھا۔ کہ امۃ الودود مرحومہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں۔ مجھے حیرت ہوئی۔ کہ بات کے درمیان میں یہ کیوں اٹھ گئیں۔ اور مجھے خیال ہوا۔ کہ شاید اپنے بھائی کے متعلق بات سُن کر وہ برداشت نہیں کر سکیں۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ واپس آئیں اور کہا۔ کہ میں نے بھائی سے کہا ہے۔ کہ جب چچا ابا اس امر کو پسند نہیں کرتے۔ تو آپ کیوں اس طرح خبریں سنتے ہیں۔ بھائی نے جواب دیا۔ کہ اگر وہ منع کریں۔ تو میں کبھی یہ بات نہ کروں۔ میں نے کہا بی بی منع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میرے خیال کا اظہار کیا کافی نہیں۔ اس پر اس نے کہا۔ کہ میں نے بھائی سے یہی کہا ہے۔ کہ منع کرنے کا کیوں انتظار کرتے ہو۔ ان کی مرضی معلوم ہونے پر وہی کرو جس طرح وہ کہتے ہیں (اس کے یہ معنی نہیں کہ عزیزم منصور احمد اطاعت میں کمزور ہے۔ ایسے امور میں لڑکیاں لڑکوں سے طبعاً زیادہ ذکی ہوتی ہیں) ورنہ عزیز کا معاملہ میری لڑکی سے ایسا عمدہ ہے۔ کہ میرا دل اس سے نہایت خوش ہے۔ اور کبھی بھی وہ میری لڑکی کے ذریعہ میرے لئے تکلیف کا باعث نہیں ہوا۔ بلکہ ہمیشہ میرا دل ان دونوں کے معاملہ پر مطمئن رہا ہے۔ اور یہ کوئی معمولی نیکی نہیں۔ بلکہ اعلیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اخلاق سے ہی ایسے عمل کی توفیق ملتی ہے) میرے دل میں یہ سُنکر اپنی اس بچی کی قدر کئی رگُنے بڑھ گئی۔ کہ کس طرح اس نے میری بات سنکر فوراً میرے منشا رکو پورا کرنے کی کوشش کی۔ اور بات ختم ہونے سے بھی پہلے اس پر عمل کروانے کے لئے دوڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں اس پر ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اسکی خوشی کے سامان ہمیشہ پیدا کرتا رہے۔

میرزا محمود احمدؓ

حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا منظوم کلام

یہ غزل پورے دو ماہ پہلے کی ہے۔ کچھ اور غزلیں اس سے بھی پرانی ہیں۔ جواب تک شائع نہیں ہوئیں۔ ارادہ ہے۔ کہ انہیں بھی چھپوا دوں۔ کیونکہ بعض دفعہ شعر دل میں ایسی گدگدی لیتا ہے۔ کہ نثر کے سینکڑوں صفحات وہ اثر پیدا نہیں کرتے۔ مرزا محمود احمدؓ

یہ نُور کے شعلے اٹھتے ہیں میرا ہی دل گرمانے کو
جو بجلی افق میں چمکی ہے چمکی ہے مرے تڑپانے کو
یا بزمِ طرب کے خواب بنے تو دکھلا اپنے دیوانے کو
یا جام کو حرکت دے لیلیٰ اور چکر دے پیمانے کو
پھر عقل کا دامن چھُٹتا ہی پھر وحشت جوش میں آتی ہی
جب کہتے ہیں وہ دنیا سے چھیڑو نہ مرے دیوانے کو
کچھ لوگ وہ ہیں جو ڈھونڈتے ہیں آرام کو ٹھنڈے سایوں میں
پر ملتی ہے تسکینِ دل جلنے میں ترے پروانے کو
یہ میری حیات کی اُلجھن تو ہر روز ہی بڑھتی جاتی ہے
وہ نازک ہاتھ ہی چاہیئے ہیں اس گتھی کے سلجھانے کو
عرفان کے رازوں سے جاہل تسلیم کی راہوں سے غافل
جو آپ بھٹکتے پھرتے ہیں آئے ہیں مرے سمجھانے کو

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری سے ہمارا مطالبہ

(اور)

ان کے "ایک اہم مطالبہ" کی حقیقت

(۲)

گذشتہ سے پیوستہ

اب میں مصری صاحب کے حوالجات پر نظر کرنا چاہتا ہوں۔ مصری صاحب نے اپنے مدعا کے اثبات کے لئے آٹھ حوالے دیئے ہیں۔ اور اس کے بعد ایک حوالہ معززین جماعت اور ایک حوالہ علماء سلسلہ کو "گمراہ اور ضال" قرار دینے کی تائید میں لکھا ہے۔ گویا اس طرح دس حوالے دیئے ہیں۔ مگر چونکہ وہ چھ خطبات سے دیئے ہیں۔ اس لئے گو تعداد کے لحاظ سے وہ دس ہیں۔ مگر فی الحقیقت چھ ہیں۔ یہ حوالجات مصری صاحب نے رسالہ "اعمال صالحہ" سے نقل کئے ہیں۔ جو حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ۲۲ مئی ۳۶ء سے ۱۰ جولائی ۳۶ء تک کے چھ خطبات پر مشتمل رسالہ دفتر تحریک جدید قادیان نے شائع کیا۔

اب ناظرین ایک طرف ان عبارتوں کو رکھیں۔ جو مصری صاحب نے اپنے قلم سے واضح طور پر "جماعت احمدیہ قادیان" کے حق میں دہریہ اور خوارج وغیرہ کے فتوے دے رکھے ہیں۔ اور دوسری طرف ان حوالوں کو مدنظر رکھیں۔ جو مصری صاحب نے حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے نقل کئے ہیں۔ اور پھر دیکھیں۔ کہ ان دونوں قسم کے حوالوں میں کوئی بھی تناسب ہے؟

مصری صاحب کا پیش کردہ پہلا حوالہ اعمال صالحہ صفحہ ۱۵ کی یہ عبارت ہے:۔

"اور تب ہی دنیا کے لوگ عملی زندگی میں ہماری نقل کریں گے۔ مگر اب تو یہ حالت ہے۔ کہ عقائد میں وہ ہماری نقل کر رہے ہیں۔ اور عمل میں ہم ان کی نقل کر رہے ہیں۔ حالانکہ وعظ و نصیحت کے لحاظ سے کوئی کمی نہیں۔ شاید ہی اہم مسائل میں سے کوئی مسئلہ ایسا رہ گیا ہو۔ جس کے متعلق کوئی لیکچر کوئی خطبہ کوئی رسالہ یا کوئی تصنیف نہ ہو۔ مگر شاید ہی کوئی ایسی بات ہو۔ جس پر جماعت بحیثیت جماعت قائم ہو"۔

اس عبارت کی آخری خط کشیدہ عبارت صاف بتا رہی ہے۔ کہ "بحیثیت جماعت" مراد ہے۔ اور "بحیثیت جماعت" آپ اس امر کے متمنی ہیں۔ کہ ساری جماعت کی وہ حالت ہو۔ جو پیش کردہ عبارت کے ساتھ بلکہ اس سے پہلے اسی صفحہ پر موجود تھی۔ مگر مصری صاحب نے نقل نہیں کی۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ:۔

"نمایاں نتیجہ دنیا کے سامنے اسی صورت میں ہم پیش کر سکتے ہیں۔ جب عملی زندگی میں ہم اپنے آپ کو اس دور میں لے جائیں۔ جو آج سے تیرہ سو سال پہلے دنیا میں جاری ہوا۔ جب ہماری شکلوں اور صورتوں کو دیکھ کر محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہؓ کا زمانہ یاد آجائے"۔ (اعمال صالحہ صفحہ ۱۵)

اب یہ ہے وہ حوالہ جس سے مصری صاحب نے یہ نتیجہ نکالا کہ:۔

"ان الفاظ کو سامنے رکھ کر جناب خلیفہ صاحب مکرم بتلائیں۔ کہ کیا آنمکرم کے بیان کردہ اصل کے ماتحت جماعت احمدیہ قادیان گمراہ اور ضال کہلائیگی۔ یا ہدایت پر چلنے والی"۔ (پیغام اسلام ۱۵ مئی صفحہ ۶)

یہ پہلا حوالہ ہی مصری صاحب کی قوت استدلال و استنباط اور ایمانداری کو روشن کرنے کے لئے کافی ہے۔

دوسرا و تیسرا حوالہ جو مصری صاحب نے پیش کیا ہے۔ اس میں انہوں نے بڑی حکمت عملی سے کام لیا ہے۔ یعنی عبارت کو نقل کرتے وقت اس میں سے وہ فقرہ حذف کر دیا۔ جو مصری صاحب کے خلاف پڑتا اور ان کے لئے جواب کا کام دیتا تھا۔ اور اس طرح کرنے سے ان کے حوالوں کی تعداد بھی بڑھ گئی۔ بہرحال مصری صاحب کا دوسرا تیسرا پیش کردہ حوالہ یہ ہے:۔

"لیکن اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تعلیم عملی اصلاح کے متعلق پیش کی۔ اسکی نسبت ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بجائے اس کے کہ اس پہلو میں ہمارا پلہ دشمنوں پر بھاری ہوتا۔ اور ہم دشمنوں کے اعمال میں بھی ایک بہت بڑی اصلاح کر سکتے۔ یا کم سے کم اس تعلیم کے نتیجہ میں ہم اپنے اندر ہی ایسی اصلاح کر سکتے۔ جس کو دیکھ کر ہمیں اپنے دل میں یہ محسوس ہوتا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تعلیم پر ہم نے عمل کر لیا ہے۔ جو عملی اصلاح کے متعلق آپ نے پیش فرمائی۔ ہمیں نظر یہ آتا ہے۔ کہ ہم دشمن کے عمل سے متاثر ہو رہے ہیں۔ (یہاں دوسرا حوالہ ختم تھا۔ اور اگلی خط کشیدہ عبارت مصری صاحب نے چھوڑ دی تھی) اور اسکی غلطیاں بار بار ہمارے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتی ہیں۔ اور ہم میں سے جو کمزور لوگ ہیں۔ بسا اوقات وہ ان غلطیوں کا شکار ہو جاتے اور دشمن کے بد اثرات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ گویا (تیسرا حوالہ اب یہاں سے شروع کیا گیا تھا۔ ناقل) عقیدے کی جنگ میں ہمارا پہلو جارحانہ ہے۔ اور ہمارے مخالف کا پہلو مدافعانہ۔ مگر عمل کی جنگ میں ہمارے دشمن کا پہلو جارحانہ اور ہمارا پہلو مدافعانہ ہے"۔ (اعمال صالحہ صفحہ ۲۵-۲۶)

ناظرین خدارا غور کریں۔ کہ کیا مصری صاحب نے ایک ہی جگہ سے ایک چھوٹی سی عبارت کے نقل کرنے میں ذرا بھی انصاف سے کام لیا ہے۔ ایک عبارت لے کر اس کے دو حصے کر کے اور بیچ کا وہ حصہ جو ساری عبارت نقل کر کے میں نے خط کشیدہ کر دیا ہے۔ اس کو مصری صاحب ترک کر دیتے ہیں۔ اور پھر اعتراض یہ کرتے ہیں۔ کہ دیکھو "خلیفہ صاحب مکرم" نے بھی جماعت کو "گمراہ اور ضال" قرار دیا ہے حالانکہ مصری صاحب کے دونوں حوالوں کی درمیان کی وہ عبارت جو انہوں نے نقل کرتے وقت چھوڑ دی تھی۔ اور میں نے خط کشیدہ کر دی ہے۔ صاف بتا رہی ہے۔ کہ دشمنوں کے اعمال کی نقل کرنے والے صرف وہ ہیں۔ "جو کمزور لوگ ہیں"۔ اور وہ بھی ہمیشہ نہیں بلکہ "بسا اوقات وہ ان غلطیوں کا شکار ہو جاتے اور دشمن کے بد اثرات سے متاثر ہو جاتے ہیں"۔ مگر حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔ کہ ایسے بعض لوگ بھی اپنی کمزوریوں کی اصلاح کر کے اعلیٰ ایمان پیدا کر لیں۔ فلا اعتراض۔ اب یہ نمونہ ہے ایک معمولی عبارت کے نقل کرنے میں اس شخص کی دیانتداری کا جو جماعت احمدیہ کی اصلاح کے لئے اُٹھے ہیں۔ اور اسی دیانتداری کو اختیار کرنے کے لئے وہ تمام جماعت احمدیہ سے اپیلیں کر رہے ہیں۔

چوتھا حوالہ جو مصری صاحب نے نقل کیا ہے۔ وہ بھی اسی خطبہ سے ہے۔ جس سے حوالہ ۲، ۳ نقل کیا ہے۔ مگر نقل عبارت میں یہاں بھی دیانتداری سے کام نہیں لیا گیا۔ یعنی "عقیدہ کی جنگ میں جہاں ہم نے دشمن کو ہر میدان میں شکست دی۔ وہاں عمل کے میدان میں ہم دشمنوں میں محصور ہو گئے۔ گویا جس طرح چاروں طرف جب آگ لگ جاتی ہے۔ تو انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اور وہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ وہ کیا کرے۔ یہی اس وقت ہماری حالت ہے"۔ (اعمال صالحہ صفحہ ۳۰-۳۱) حالانکہ اصل پوری عبارت یوں ہے:۔

"عقیدہ کی جنگ میں جہاں ہم نے دشمن کو ہر میدان میں شکست دی۔ اور نہ صرف میدانوں میں اسے شکست دی۔ بلکہ ہم اس کے گھروں پر حملہ آور ہوئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور ہم نے اسے ایسا لتاڑا۔ ایسا لتاڑا۔ کہ اب اس میں سر اٹھانے کی بھی تاب نہیں رہی۔ دشمن کے ہر گھر میں گھس کر ہم نے اس کے باطل عقائد کو کچلا۔ اور اسے ایسی شکست دی۔ کہ دشمن کے لئے اس سے زیادہ کھلی اور ذلت کی شکست اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ وہاں عمل کے میدان میں ہم دشمنوں میں محصور ہو گئے۔ اور ہمارے لئے ان سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ رہی۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا۔ اور تیسرے کے بعد چوتھا۔ اور چوتھے کے بعد پانچواں آدمی وہ ہم میں سے نقائص اور عیوب میں مبتلا کرتے جاتے ہیں۔ ہم ایک جگہ سے بھاگتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ دوسری جگہ امن ملے گا۔ مگر وہاں بھی نقص آموجود ہوتا ہے۔ تیسری جگہ سے بھاگ کر چوتھی جگہ جاتے ہیں۔ تو اس جگہ بھی دشمن ہمارے مقابلہ کے لئے موجود ہوتا ہے۔ گویا جس طرح چاروں طرف جب آگ لگ جاتی ہے۔ تو انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اور وہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ وہ کیا کرے۔ یہی اس وقت ہماری حالت ہے۔ (اعمال صالحہ صفحہ ۱۰۳)

ناظرین اس جگہ بھی میں نے اس عبارت کو خط کشیدہ کر دیا ہے۔ جو مصری صاحب نے نقل کرتے وقت چھوڑ دی تھی۔ اور لطف یہ کہ حذف کردہ عبارت اگر ان کے نزدیک غیر متعلق ہی ہوتی۔ تو بھی ان کا فرض تھا کہ وہ حذف کردہ عبارت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے درمیان میں نقطے ڈال دیتے۔ اور یا پھر اپنی نقل کردہ عبارت کے اوپر یہ نشان " " نہ دیتے۔ جو ہمیشہ دوسرے کی عبارت کے نقل کرنے کا نشان ہوتا ہے۔ مگر یہ دونوں صورتیں نہیں۔ یعنی مصری صاحب نے جو عبارت چھوڑی ہے۔ تو اس کے لئے نقطے بھی نہیں ڈالے۔ اور جتنی عبارت نقل کی۔ اس کے شروع اور آخر پر " " کا نشان دے کر یہ ظاہر کیا۔ کہ انہوں نے پوری عبارت نقل کی ہے۔ حالانکہ جو عبارت چھوڑی ہے۔ وہ نہ صرف یہ کہ غیر متعلق ہی نہیں۔ بلکہ ان کے خلاف ان کے اعتراض کا جواب ہے۔ چنانچہ آپ دشمنوں میں محصور ہونا یوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ دشمن کئی ایک آدمیوں کو "ہم میں سے نقائص اور عیوب میں مبتلا کرتے چلے جاتے ہیں"۔ مگر حضور چاہتے ہیں۔ کہ ہماری جماعت کی عملی حالت ایسی اعلیٰ ہو۔ کہ کسی ایک فرد پر بھی دشمن کا حملہ اثر انداز نہ ہو سکے۔ اور

پانچواں حوالہ جو پیش کیا گیا ہے۔ دراصل اس کا بھی یہی مدعا اور مقصود ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔

"ابھی تو ہم اس شخص کی طرح پریشان پھر رہے ہیں۔ جو بغیر سواری اور کسی ساتھی کے ایک مہیب اور پُر خطر جنگل میں بھٹک جائے۔ اور اسے اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کا راستہ نہ ملے۔ ہم بھی حیران و پریشان ایک ایسی سرزمین میں پھر رہے ہیں۔ جس میں نہ کوئی انیس ہے۔ نہ جلیس۔ نہ سواری ہے۔ نہ ٹھہرنے کا مقام۔ ایسی حالت کے ہوتے ہوئے خالی عقیدوں کو ہم نے کیا کرنا ہے اور ان سے دنیا میں کیا تغیر ہو سکتا ہے" (اعمال صالحہ صفحہ ۱۰۳)

مگر اس کے ساتھ ہی حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ نے جو کچھ فرمایا۔ وہ پھر مصری صاحب نے نقل نہیں کیا۔ فرماتے ہیں:۔

"حکومت ہمارے پاس نہیں۔ کہ ہم جبر کے ساتھ لوگوں کی اصلاح کریں۔ ...... اگر حکومت ہمارے پاس ہوتی۔ تو ہم ایک دن کے اندر اندر یہ کام کر لیتے۔ اور دوسرا دن ایسا نہ چڑھنے دیتے۔ جس میں ہمارے اندر یہ نقائص موجود ہوتے" (صفحہ ۱۰۳)

پھر فرماتے ہیں:۔

"لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ ہمارے پاس حکومت نہیں اس لئے ہم کو یہ سوال کسی اور طریق سے حل کرنا پڑے گا"۔ (صفحہ ۳۸)

اس سے ظاہر ہے۔ کہ نہ صرف یہ کہ بعض افراد جماعت کے نقائص کا یہ ذکر ہے۔ بلکہ یہ ایسے امور ہیں۔ جن کی اصلاح کا تعلق تو حکومت سے زیادہ تر متعلق ہے۔ مگر ان کے بغیر جماعت کی اصلاح ہو نہیں سکتی ہو نا مشکل ہے۔ اس لئے ایسے ذرائع سوچنے کا اشارہ ہے۔ کہ جن سے باوجود حکومت کے نہ ہونے کے ہم اصلاح کر سکیں۔ اب ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ کیا ان تمام الفاظ سے کوئی معمولی سمجھ کا آدمی بھی یہ نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ ان میں "جماعت احمدیہ قادیان" کو "گمراہ اور ضال" ٹھہرایا گیا ہے۔ یا ان کا مصری صاحب کے ان فتاوی سے جو انہوں نے جماعت احمدیہ کی نسبت صادر کئے۔ کوئی بھی نسبت یا تعلق ہے؟

چھٹا حوالہ مصری صاحب نے یہ پیش کیا ہے:۔

"اس وقت میں پھر یہ بات دہرانی چاہتا ہوں۔ کہ یہ کوئی معمولی معاملہ نہیں۔ ہم نے عقیدہ کے میدان میں عظیم الشان فتح حاصل کی ہے۔ مگر عمل کے میدان میں بُری طرح پٹ رہے ہیں"۔ (اعمال صالحہ صفحہ ۹۳)

اس امر کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ ایک اور خطبہ میں بھی واضح کر چکے ہیں۔ جہاں فرماتے ہیں کہ:۔

"عقائد کے میدان میں ہم نے دشمن کو مار دیا ہے۔ مگر جہاں عمل کا سوال ہے ہم میں سے بعض کی کمزوریوں سے وہ فائدہ اٹھا رہا ہے"۔ (الفضل یکم اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۷)

پس یہ سب ارشادات جماعت کے بعض کمزور افراد کی نسبت ہیں۔ نہ کہ کل جماعت یا جماعت کی اکثریت کے بارہ میں۔ اور ان کا مصری صاحب کے فتاویٰ سے تو دُور کا بھی تعلق نہیں۔

ساتواں حوالہ جو مصری صاحب نے پیش کیا ہے۔ وہ بھی پورا نقل نہیں کیا۔ اور وہ یہ ہے

"ابھی تک ہماری جماعت کے لوگ اس تعلیم پر پورے طور پر عامل نہیں۔ جو عملی اصلاح کے متعلق اسلام نے پیش کی۔ بلکہ بسا اوقات وہ دوسروں کی چھوٹی چھوٹی باتوں کی نقل کرنے کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ اپنا لوہا لوگوں سے منوائیں۔ لوگوں کے نقال بن جاتے ہیں"۔ (اعمال صالحہ صفحہ ۹۹)

یہاں بھی خط کشیدہ عبارت وہ ہے۔ جو مصری صاحب نے درمیان میں سے چھوڑ دی تھی۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کے ہر فرد سے چاہتے ہیں۔ کہ وہ سو فی صدی اس تعلیم پر عامل ہو۔ جو اسلام نے پیش کی۔

اس کے ساتھ اسی نمبر کے ماتحت مصری صاحب نے یہ عبارت بھی پیش کی ہے:۔

"اور اگر ہم وہ عملی اصلاح نہ کر سکیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے ساتھ ہمارے لئے مقرر کی گئی۔ اور ہماری قسمت میں لکھی گئی ہے۔ تو ہم قطعی طور پر کسی کامیابی اور کامرانی کا دعویٰ نہیں کر سکتے"۔ (اعمال صالحہ صفحہ ۹۹)

مگر یہاں بھی اس کے ساتھ کی یہ اگلی عبارت مصری صاحب نے چھوڑ دی ہے۔

"میں پچھلے دو خطبوں سے یہ مضمون بیان کرتا چلا آرہا ہوں۔ کہ لوگوں کی اعتقادی اصلاح سے عملی اصلاح کیوں مشکل ہے۔ میں اس بارہ میں چار مشکلات بیان کر چکا ہوں۔ جن کی وجہ سے عملی اصلاح زیادہ مشکل ہوتی ہے بہ نسبت اعتقادی اصلاح کے"۔ (اعمال صالحہ صفحہ ۱۰۱)

اس جگہ بھی صاف یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جس قسم کی اصلاحی تعلیم جماعت کے ہر فرد میں پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کی کمی ہے۔ نہ یہ کہ جماعت "گمراہ اور ضال" ہے۔ اور پھر ساتھ ہی بہت سی مشکلات اور اسباب کا ذکر کیا ہے۔ جن کی وجہ سے اعمال کی اصلاح عقائد کی اصلاح کی نسبت زیادہ دیر سے ہوتی ہے

آٹھواں حوالہ مصری صاحب نے یہ پیش کیا ہے

"خود اپنے اعمال میں بحیثیت جماعت ہم اصلاح کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ گو ہم میں سے افراد اعمال کی اصلاح میں بھی کامیاب ہیں۔ مگر ملّی اصلاح بعض افراد کی اصلاح سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے لئے جماعتی اصلاح ضروری ہوتی ہے"۔ (اعمال صالحہ صفحہ ۱۳۵)

اس حوالہ کی عبارت تو خود بخود مصری صاحب کے مدعا کو رد کر رہی ہے۔ کہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ ہرگز ساری جماعت کی نسبت ایسا نہیں فرما رہے۔ بلکہ یہ بعض افراد کے متعلق ہے۔ اور جب تک ایک فرد بھی باہر رہ جائے۔ ہم جماعتی اور ملی اصلاح کی کمی کا لفظ اس پر استعمال کر سکتے ہیں۔ تا کہ جماعت کے افراد اس معمولی کمزوری کا بھی ازالہ کریں۔ مگر اس سے جماعت کی دہریت یا ضلالت کا استدلال کرنا تو بعینہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ سورہ فاتحہ میں اھدنا الصراط المستقیم سے مخالفین اسلام یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ صحابہ کرام رضوان اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی صراط مستقیم حاصل نہ تھا۔ اور وہ گمراہی و ضلالت ہی میں رہے۔ مگر اس کا یہی جواب دیا جاتا ہے۔ کہ اھدنا میں "نا" جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اور جب تک تمام روئے زمین کے انسانوں کو صراط مستقیم حاصل نہ ہو جائے۔ ہم یہ دعا کرتے رہیں گے۔ پس ایسا ہی جب تک تمام افرادِ جماعت صحیح اسلامی تعلیم پر چل کر صحابہ کرام کا نمونہ نہ بن جائیں۔ ہم ان کو ایسا بننے کی تلقین کرتے رہیں گے۔ مگر اس سے یہ ہرگز نہیں نکلتا۔ کہ ایسا کرنے سے "جماعت احمدیہ قادیان گمراہ اور ضال کہلائے گی"۔

نواں حوالہ اس کے بعد شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے "معززین جماعت کی عملی حالت" کے زیر عنوان ان کو "گمراہ اور ضال" قرار دئیے جانے کے ثبوت کے لئے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی یہ عبارت نقل کی ہے:۔

"مسجدوں میں باجماعت نماز نہ پڑھنے والے معمولی آدمی ہی نہیں بلکہ **بعض ایسے بھی ہیں جو جماعت میں باعزت سمجھے جاتے ہیں**۔" یا بارتبہ سمجھے جاتے ہیں۔ مگر جماعت کے رتبہ دے دینے سے بھلا کیا بنتا ہے؟ رتبہ وہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے شخص کو جو مسجد میں نماز باجماعت ادا نہیں کرتا۔ منافق قرار دیتے ہیں۔ پس اگر آپ لوگ سب مل کر بھی اسے لیڈر بنا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیں - تو اس سے کیا بنتا ہے - رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قول کے مطابق تو وہ منافق ہے" (اعمال صالحہ صفحہ ۱۶-۱۷)

خود مصری صاحب کی اس پیش کردہ عبارت سے جو میں نے جلی کر دی ہے ظاہر ہے کہ یہ حکم صرف "بعض" آدمیوں کی نسبت فرمایا گیا ہے - جو بظاہر معزز سمجھے جاتے ہیں - مگر خدا کے نزدیک نہ صرف یہ کہ وہ معزز نہیں - بلکہ منافق ہیں - ایسا ہی پیش کردہ عبارت سے دو تین سطریں پیشتر بھی حضور فرماتے ہیں :-

"مومن نماز کی حالت میں اپنے رب سے باتیں کرتا ہے - جب ہم میں سے کچھ لوگ اپنے خدا سے باتیں کرنے کے لئے بھی تیار نہیں - تو وہ اس کے لئے اور کیا قربانی کر سکتے ہیں"۔ (اعمال صالحہ صفحہ ۱۶)

غرض یہ تو "بعض" آدمیوں کی نسبت فرمایا گیا - اور ہر فرد جماعت کو اس امر کی تلقین کی گئی ہے - کہ وہ خدا کے احکام پر چلیں - اس کے ساتھ باتیں کریں - اور اس کی راہ میں اعلیٰ سے اعلیٰ قربانیوں سے بھی دریغ نہ کریں کاش اگر شیخ مصری صاحب میں سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے انتہائی بغض وحسد نہ ہوتا - جو ان ساری کارروائیوں کی جڑ بنیاد ہے - تو وہ اس عبارت کو نقل کر کے اعتراض نہ کرتے - کیونکہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کی جو اس جگہ عبارت پیش کی گئی ہے - وہ دراصل قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ ہے - چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - الذین ھم عن صلوتھم ساھون (سورۃ الماعون پ ۳۰)

یعنی بعض لوگ ایسے ہیں - جو نمازوں سے غافل ہیں - اب یہ تو ظاہر ہے - کہ نمازوں میں غفلت سے کام لینے والے جن لوگوں کا ذکر ہے - وہ کافروں میں سے نہیں - بلکہ صحابہ میں سے ہی بعض ہیں - چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ توبہ ع ۷ میں منافقوں اور فاسقوں کے ذکر میں صاف فرماتا ہے - ولا یاتون الصلوٰۃ الا وھم کسالیٰ - کہ یہ منافق لوگ ہی ہیں - جو باجماعت نمازوں کے لئے مسجدوں میں حاضر نہیں ہوتے - اور اگر حاضر ہوں بھی - تو ان میں سستی اور کاہلی پائی جاتی ہے - اب ہمیں یہ دیکھنا ہے - کہ باجماعت نمازوں میں سستی - کاہلی اور غفلت اختیار کرنے والے جو منافق ہیں - وہ کس مرتبہ کے ہیں؟ تو دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بیان میں ان کی ظاہری جولت شان کے بارہ میں بھی فرما دیا ہے - واذا رأیتھم تعجبک اجسامھم - یعنی اے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب آپ یا آپ کے صحابہ رضؓ منافقوں کو دیکھتے ہیں - تو ان کی ظاہری شکل وصورت ان کو تعجب میں ڈال دیتی ہے - وان یقولوا تسمع لقولھم کانھم خشب مسندۃ (سورۃ منافقین ع ۱) اور چونکہ وہ بظاہر بڑے معتبر - وجیہہ - باعزت سمجھے جاتے اور جماعت کے رکنِ رکین خیال کئے جاتے ہیں - اور ان کا لوگوں پر رعب ہوتا ہے - اس لئے جب وہ منافق کوئی بات کرتے ہیں - تو مومن ان کی بات کو بڑی توجہ سے سنتے ہیں - گویا صاف بتا دیا - کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت میں کوئی معمولی آدمی ہی نہیں - بلکہ بعض ایسے لوگ جو صحابہ کہلاتے اور نہ صرف باعزت سمجھے جاتے تھے - بلکہ جماعت کے رکن رکین خیال کئے جاتے تھے - وہ باجماعت نمازوں کے لئے مسجدوں میں نہ آتے تھے - اور خدا تعالیٰ خود ان کو منافق قرار دیتا ہے -

اب اگر سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان آیات کا ترجمہ کر دینے سے "جماعت احمدیہ قادیان" "گمراہ اور ضال" قرار دی جا سکتی ہے - تو شیخ مصری صاحب بتائیں - کہ صحابہ میں جو باعزت سمجھے جانے والے نمازوں میں غافل تھے - کیا خدا تعالیٰ کے ذکر کرنے سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی معاذ اللہ "گمراہ اور ضال" قرار دیں گے؟ ما ھو جوابکم فھو جوابنا -

دسواں حوالہ

آخری حوالہ شیخ مصری صاحب نے "علماء کے متعلق فتویٰ" کے زیر عنوان پیش کیا ہے - مگر اس کی بھی پوری عبارت نقل نہیں کی - حالانکہ اس چھوڑی ہوئی عبارت کا زیادہ تر تعلق مصری صاحب سے ہی تھا - مصری صاحب کی عبارت نقل کردہ حسب ذیل ہے :-

"لیکن باوجود اس ایمان کے اور باوجود ان تازہ اور زندہ معجزات کے پھر کیوں ہماری جماعت کے اعمال میں کمزوری ہے (مصری صاحب یہاں بھی غور کر کے بتائیں - کہ کیا حضور نے جماعت کو عملاً "گمراہ اور ضال" "دہریہ" اور "مثیل خوارج" قرار دیا ہے - یا کہ "کمزوری" محض فرمایا ہے - فتدبر) اس کے متعلق میں سمجھتا ہوں - کہ اس کی ایک وجہ یہ ہے - کہ ہمارے سلسلہ کے علماء اور واعظین نے ان چیزوں کے پھیلانے کی طرف اب تک کوئی توجہ نہیں کی - تم یہ تو دیکھو گے - کہ ہمارے علماء جاتے اور مناظروں میں وفات مسیح پر گلا پھاڑ پھاڑ کر تقریریں کرتے ہیں - مگر تم کبھی نہیں دیکھو گے - کہ انہوں نے جماعت کے سامنے احمدیت کی صحیح تعلیم پیش کرنے کی کوشش کی ہو" (اعمال صالحہ صفحہ ۱۸۷)

مگر اس کے آگے کی وہ عبارت جو جماعت کو ایمان کامل حاصل کرانے کی نصیحت پر مشتمل تھی - نقل نہیں کی - اور وہ یہ ہے :-

"اس کا نتیجہ یہ ہے - کہ ہماری جماعت میں ایسے لوگ تو مل جائیں گے - جو وفات مسیح کے دلائل جانتے ہوں گے - مگر ایسے لوگ بہت کم ملیں گے - جنہیں علم ہو - کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ کو کس رنگ میں پیش کیا - آپ نے معرفت اور محبت الٰہی کے حصول کے کیا طریق بتائے - اس کے قرب کے حاصل کرنے کی آپ نے کن الفاظ میں تاکید کی - خدا تعالیٰ کے تازہ کلام اور اس کے معجزات و نشانات آپ پر کس شان کے ساتھ ظاہر ہوئے - اور چونکہ وفات مسیح کے مسئلہ سے عملی اصلاح نہیں ہو سکتی - اس لئے جماعت اس پہلو میں کمزور رہتی ہے - .... کتنے نوجوان ہیں - جنہیں یہ شوق ہے - کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں - اور انہیں بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو - وہ بھی الہام الٰہی کے مورد بنیں اور ان سے بھی خدا تعالیٰ ہمکلام ہو" (اعمال صالحہ صفحہ ۱۸۷-۱۸۸)

اب ہر انصاف پسند اس ساری عبارت کو پڑھ کر سمجھ سکتا ہے - کہ اگر جماعت کو ایسا ایمان پیدا کرنے اور خدا کا قرب حاصل کرنے کی ہدایات دینے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے - کہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کے نزدیک "جماعت احمدیہ قادیان کے خواص و عوام اپنے اعمال میں نہ صرف خوارج اور مسیحیوں کے بلکہ یہود ہندوؤں اور دہریوں کے بھی مشابہ ہیں" (دینگ اسلام ۱۵ مئی صفحہ ۱۰) تو ساتھ ہی یہ بھی مصری صاحب کو اعتقاد رکھنا پڑے گا - کہ دنیا میں کسی نبی کی جماعت بلکہ خود انبیاء بھی اس فتویٰ کے اثر سے باہر نہیں رہ سکتے - العیاذ باللہ - کیونکہ وہ بھی تقویٰ میں ترقی کی دعائیں مانگتے رہتے تھے - حقیقت یہ ہے - کہ مصری صاحب نے صرف اپنا اندرونہ ظاہر کیا ہے - کیونکہ یہ خطبہ جمعہ ۱۰ جولائی ۱۹۳۱ء کا حوالہ ہے - جبکہ مصری صاحب مدرسہ احمدیہ جیسے مذہبی تعلیمی ادارہ کے ہیڈ ماسٹر تھے - اور اسی خطبہ میں جس میں "علماء" کی نسبت کچھ فرمایا گیا ہے - حضور یہ بھی فرماتے ہیں :-

"یہ وہ چیزیں ہیں - جو روزانہ لڑکوں کے سامنے بیان ہونی چاہئیں - پس علمی کمزوری کی وجہ سے بھی بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں - مگر ہمارے سکولوں میں اسی قسم کی علمی کمزوری کو دور کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی" (اعمال صالحہ صفحہ ۱۹۴)

گویا مندرجہ بالا "کمزوری" اور بقول مصری صاحب جو "علماء جماعت احمدیہ قادیان کی حالت یہود کے ان علماء سے بھی گری ہوئی ہے" اس کی تمام تر ذمہ واری اسی ادارہ پر عائد ہوتی ہے - جہاں سے طلباء کی دینی بنیاد قائم کی جاتی ہے - یعنی مدرسہ احمدیہ قادیان اور اس کے انچارج اور ہیڈ ماسٹر تو شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری ہی تھے - اس لئے اس خرابی کی ذمہ واری انہیں پر عائد ہوتی ہے - اور اگر ایسا نہیں - تو وہ میرے ذیل کے مطالبہ پر توجہ کر کے ثبوت دیں -

اور وہ بات یہ ہے - کہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو مندرجہ بالا ارشاد میں جماعت سے یہ توقع کی ہے - کہ :-

"وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں - اور انہیں بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو - وہ بھی الہام الٰہی کے مورد بنیں - اور ان سے بھی خدا تعالیٰ ہمکلام ہو"

(اعمال صالحہ صفحہ ۱۸۸)

کیا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری حلفیہ طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرح یہ کہہ سکتے ہیں - کہ

"میں اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر گواہی دیتا ہوں - کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر ہم نے اس قدر نشانات دیکھے ہیں - کہ جو شمار میں نہیں آ سکتے - اور آپ کے طفیل اور آپ سے تعلق رکھ کر ہم میں سے ہزاروں نے کلام الٰہی سے بقدر اپنے ظرف کے حصہ پایا ہے - چنانچہ ان لوگوں میں سے ایک میں بھی ہوں - میں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے رؤیا اور الہامات سے حصہ پایا ہے - اور سینکڑوں امور قبل از وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے بتائے ہیں - جو اپنے وقت پر جا کر پورے ہوئے - حالانکہ اس سے پہلے سامان ان امور کے وجود میں آنے کے بالکل مخالف تھے" (تحفۃ الملوک اردو ایڈیشن بار دوم صفحہ ۲۶-۲۷)

اگر مصری صاحب خود ایسا حلفیہ بیان نہیں دے سکتے - اور وہ خود بھی "الہام الٰہی کے مورد" نہ تھے - اور نہ اب ہیں - تو ظاہر ہے - کہ وہ اپنے شاگردوں کو بھی دلائل سے ہی یہ باتیں سمجھاتے تھے - کیونکہ جو چیز ان کے پاس بھی نہیں - وہ اس کو پیش کر کے طلباء میں خدا کے قرب کی اس نعمت کے حصول کا شوق دلانے سے قاصر تھے - اور یہی دراصل وہ چیز ہے - کہ جسے جماعت کے ہر فرد میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ پیدا کرنے کی خواہش رکھتے اور اس کی جماعت کو تلقین کرتے ہیں - تا کہ ہر شخص خود حقانیت اسلام واحمدیت کا زندہ گواہ ہو - مگر ایسا فرمانے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضور نے جماعت کے کل افراد کو عملی رنگ میں "گمراہ اور ضال" ٹھہرایا ہے سراسر ظلم ہے - حالانکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ آج سے ایک عرصہ پیشتر اس کا جواب فرما چکے ہیں۔ جیسا کہ ابتدا میں ایک مفصل خطبہ کے اقتباسات میں بتایا گیا۔ اور نیز حوالجات ذیل سے ظاہر ہے:۔

۱۔ "ہماری جماعت میں ہر قسم کے اعمال کے لحاظ سے ایسے نمونے ملتے ہیں۔ جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ صحابہ رضؓ کے نمونے ہیں۔ لیکن ہمیں ان پر خوش نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ کوشش کرنی چاہیئے کہ ساری جماعت ایسی ہو جائے۔" (الفضل ۲۶ اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۷)

۲۔ تحریک جدید کے سلسلہ میں جماعت کی شاندار مالی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یہ ایک ایسا زندہ نشان ہے۔ کہ جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ کسی معترض کو یہ نظر آئے یا نہ آئے۔ مگر یہ ایک ایسی بات ہے۔ کہ اگر اسے کسی غیر شخص کے سامنے رکھا جائے۔ تو وہ تسلیم کرے گا۔ کہ ایسے مردہ ملک میں یہ ایک زندہ جماعت ہے۔ بے شک میں کہتا رہتا ہوں۔ کہ جماعت سستی کرتی ہے۔ مگر یہ سستی نسبتی ہے۔ ورنہ دوسروں کے مقابلہ میں سستی نہیں۔ میرا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس معیار کی نسبت سے سستی ہے۔ جس کا خدا تعالیٰ مطالبہ کرتا ہے۔ ورنہ دوسری اقوام کی طوعی قربانیوں سے یہ قربانی بہت بڑھ کر ہے بے شک جماعت کا ایک حصہ ایسا بھی ہے۔ جو فی الواقع سستی کرتا ہے۔ لیکن ایک حصہ ایسا بھی ہے۔ جو قرآن کریم کی اس آیت کا مصداق ہے۔ کہ مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ۔ یعنی بعض ایسے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے راستہ میں جان دے چکے ہیں۔ یا یہ کہ اپنی نذریں اور وعدے پورے کر چکے ہیں۔ اور بعض خدا کی راہ میں مرنے کے لئے یا اپنے وعدوں کو وقت پر پورا کرنے کے لئے منتظر ہیں۔" (الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۱)

پھر فرماتے ہیں:۔

"تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے ہزاروں لوگ جماعت میں موجود ہیں۔ بے شک بعض کمزور بھی ہیں۔ مگر ایسے بھی ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ منہم من قضی نحبہ۔ یعنی وہ جو اپنے وعدے پورے کر گئے۔ اور ایسے لوگوں کی موجودگی جماعت کی ترقی کا موجب اور فتح کی ضمانت ہے۔" (〃 〃 صفحہ ۷)

۳۔ پھر فرماتے ہیں:۔

"میں جانتا ہوں۔ کہ مخالف لوگ میرے اس خطبہ سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اور وہ کہیں گے۔ کہ جماعت احمدیہ کے امام نے اپنی جماعت کے لوگوں کو جھاڑا۔ لیکن مجھے اس بات کی پرواہ نہیں۔ کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ مجھے جس چیز کی ضرورت ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہمارے اخلاق ایسے اعلیٰ ہوں۔ کہ ہم خدا کے نزدیک بالکل بری الذمہ ہوں۔ اور ہم پر یہ الزام عائد نہ ہو سکے۔ کہ ہم نے کسی کے حقوق کو تلف کر دیا۔" (الفضل ۱۴ دسمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۳)

الغرض مصری صاحب نے میرے مطالبات خمسہ میں سے ایک مطالبہ کا جو الزامی جواب دیا ہے۔ وہ سراسر باطل۔ بلا تعلق اور مغالطہ دہی پر مبنی ہے۔ اس لئے میں ان سے خود انہی کے ان الفاظ میں خطاب کرتا ہوں۔ جو انہوں نے غیر مبائعین کے امیر جناب مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے کہے تھے۔ کہ:۔

"کس قدر تعجب کا مقام ہے۔ کہ مشابہتیں تو سب کی سب آپ کے وجود میں جمع ہوں۔ بعض مسیحیوں سے اور بعض مخالفین مسیح موعود سے اور الٹا ان کے مشابہ آپ ہمیں قرار دیں۔" (الفضل ۳۰ جنوری ۱۹۳۰ء صفحہ ۹)

پھر شیخ مصری صاحب نے جیسا کہ اوپر واضح ہو چکا ہے۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ سے بغض کی وجہ سے ایسی خطرناک راہ اختیار کی ہے۔ کہ جس سے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری جماعت کو "گمراہ اور ضال" اور "دہریہ" وغیرہ قرار دینا پڑا۔ سو میں مصری صاحب کو انہی کے الفاظ میں یہ بھی نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ جو خود انہوں نے آج سے ایک عرصہ پیشتر جناب مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے کی۔ اور وہ یہ ہے:

"مولوی صاحب! (اب شیخ صاحب! ناقل) اگر کسی انسان کو کسی سے بغض ہو۔ تو اسے ایک حد کے اندر رکھنا چاہیئے۔ یہ نہ ہو کہ اسکی وجہ سے اس پر ایسے الزامات لگانے شروع کر دے۔ جن سے اپنے مقتدا (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) پر حملہ ہوتا ہو۔ کیونکہ اس صورت میں وہ اپنے مقتداء کے ساتھ نادان دوست کا پارٹ ادا کر رہا ہوگا۔" (الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۲۲ء صفحہ ۵)

اب میں شیخ مصری صاحب کے اعتراض اور حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے پیش کردہ حوالجات کے حل اور جواب کے لئے ایک اور مسکت حوالہ پیش کر دیتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"بے شک میں خود بھی بعض اوقات جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ بعض دوستوں میں کمزوریاں ہیں۔ اور انہیں چاہیئے۔ کہ ان کو دور کریں۔ مگر بعض دوستوں میں کمزوریوں کا ہونا اور بات ہے۔ اور بہت سے لوگوں کا دہریہ ہونا اور۔ دہریت کے بعد باقی کیا رہ جاتا ہے۔ پس بعض احباب میں ایسی عملی کمزوریوں کے باوجود جو ایمان کے ہوتے ہوئے بھی پائی جا سکتی ہیں۔ یہ کہنا کہ دہریت جماعت کے اندر پیدا ہو چکی ہے۔ اتنی بڑی گالی اور اتنا بڑا ظلم ہے۔ کہ اس سے زیادہ ظلم اور بڑی گالی ہو ہی نہیں سکتی۔" (الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء صفحہ ۶)

شیخ مصری صاحب کے "اہم مطالبہ" یا بالفاظ دیگر "الزامی جواب" کا مکمل طور پر جواب دینے کے بعد میں ان سے پھر عرض کرتا ہوں، کہ وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ کہ انہوں نے کیسی پرخار وادی میں پاؤں رکھا ہے۔ ان کے لئے اب بھی موقع ہے۔ کہ وہ راہ ہدایت حاصل کریں۔ کہ جو سورۃ النور کے سبق میں انہوں نے ہمیں نصیحت کی تھی۔ میں ان کو یاد دلاتا ہوں۔ کہ وہ خود بھی بجائے خلفاء کی ناقدری کرنے کے ان کے فیض سے برکت حاصل کریں۔ ورنہ ان کا فرض ہے۔ کہ وہ ان پانچ مطالبات کا صاف صاف جواب تحریر فرماویں۔ جو میں نے اخبار "فاروق"، ۷ اپریل ۱۹۴۰ء اور الفضل ۲ جون ۱۹۴۰ء میں ان سے کئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں اس امر کو بھی دہرانا چاہتا ہوں۔ جو سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ ۲۱ اپریل کے "الفضل" میں شائع شدہ خطبہ جمعہ میں فرما چکے اور جس کے جواب میں مصری صاحب نے بظاہر یہ مضمون لکھا تھا۔ کہ وہ ہمیں تو خوارج۔ دہریہ اور "گمراہ اور ضال" ثابت کرنے کے لئے بڑے تجسس اور چھان بین سے کام لے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایسے گناہ جو مخفی ہوں۔ ان پر شریعت نے ان کے بارہ میں یہی ہدایت دی ہے۔ کہ ان کے بارہ میں تجسس سے کام نہ لیا جائے۔ مصری صاحب ان کے بارہ میں بھی تجسس سے کام لیتے ہیں۔ مگر خود مصری صاحب جو جماعت احمدیہ کی اصلاح کے دعویٰ کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے بیٹوں۔ اپنے قریبیوں۔ رشتہ داروں اور اپنے نئے غیر مبائع ساتھیوں کے نوجوانوں کے چہرے تو دیکھیں۔ جہاں کسی تجسس کی ضرورت ہی نہیں۔ بلکہ اگر وہ خداداد ظاہری آنکھوں سے ہی کام لیں گے۔ تو ان کو صاف نظر آ جائے گا۔ کہ وہ ڈاڑھیاں منڈاتے ہوئے علانیہ اور کھلے طور پر شریعت کی ہتک کر رہے ہیں۔ کیا مصری صاحب ان کی اصلاح کی بھی کوشش کرینگے اور بصورت دیگر انکی نسبت بھی "گمراہ اور ضال" کا فتویٰ صادر کریں گے؟

اب میں سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذیل کے الفاظ کے ساتھ اپنے جواب کو ختم کرتا ہوں۔ کہ اے احمدی بھائیو! "جتنا کام ہو چکا ہے۔ تم اس سے بھی زیادہ شاندار نمونہ دکھاؤ۔ پس میں پھر جماعت کے نوجوانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ اپنی شاندار قربانیوں کے ذریعہ اس امر کو ثابت کر دیں گے۔ کہ ہماری جماعت دین کو دنیا پر مقدم رکھتی ہے۔ اور جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے۔ کہ تقویٰ اس جماعت کے دلوں میں سے نکل گیا۔ تقویٰ کا نمونہ اگر اس وقت روئے زمین پر کوئی جماعت دکھا رہی ہے۔ تو وہ صرف ہماری ہی جماعت ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء لا رادّ لفضلہ الا ھو یعز من یشاء ویذل من یشاء وبیدہ الخیر" (الفضل ۸ دسمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار سید احمد علی سیالکوٹی مولوی فاضل از قادیان دار الامان۔

یاد رفتگان

آہ! حکیم مفتی فضل الرحمن صاحب مرحوم

جناب مفتی فضل الرحمن صاحب مرحوم جن کو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دامادی کا فخر حاصل تھا۔ ان کی وفات کی خبر اخبار ہذا کے کسی گذشتہ پرچہ میں درج کی جا چکی ہے۔ مرحوم کی یاد میں چند سطور تحریر کر کے فوت شدہ دوست کے لئے دعا کی تحریک کی جاتی ہے۔

مرحوم کو علاوہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامادی کے فخر کے حضور کی شاگردی کا بھی فخر حاصل تھا۔ اور تیسرا فخر مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا تھا۔ اور اس ضمن میں یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ حضرت مفتی صاحب مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض انتظامی امور میں پورا پورا اعتماد حاصل تھا۔ چنانچہ ذیل کے واقعات اس امر پر شاہد ہیں۔

(۱) مفتی صاحب مرحوم کی اوائل عمر میں جب حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی کا رشتہ مفتی صاحب سے کرنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشورہ کیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود نے مفتی فضل الرحمن صاحب کو مشورہ دینے سے پیشتر دیکھنا چاہا۔ اس غرض کے لئے مفتی صاحب مرحوم کو بھیرہ سے بلوایا گیا۔ مفتی صاحب کو دیکھ کر حضور نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو رشتہ کرنے کی اجازت دیدی۔

(۲) مقدمات کرم دین میں انتظام سفر از قادیان تا گورداسپور اور واپسی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مفتی صاحب مرحوم کے سپرد فرماتے تھے۔ اور مفتی صاحب برابر ان سفروں میں حضور کی لام ڈوری ملازمان لنگر خانہ وضروری سامان اور حضور کے لئے سواری اور ہمراہیوں کے لئے یکے

...کو جنت نصیب کرے۔ اور بطفیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کا رفع فرمائے۔ والسلام۔ خاکسار حکیم دین محمد احمدی اکونٹنٹ ملٹری اکونٹس۔ لاہور چھاؤنی۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ کا ارشاد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

لالہ ملاوامل صاحب حکیم قادیان کو اکثر احباب جانتے ہیں۔ ان کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قدیمانہ تعلق رہا ہے۔ انہوں نے بعض ادویہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت خلیفہ اول رضؓ کے نسخوں کے مطابق تیار کی ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے ان ادویہ کے متعلق سفارش کی خواہش کی ہے۔ سو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے منشاء کے مطابق یہ سفارش فاروق میں شائع کی جاتی ہے۔ کہ حاجتمند احباب لالہ ملاوامل صاحب قادیان سے ان کی تیار کردہ ادویہ خرید کر فائدہ اٹھائیں۔ والسلام

(خاکسار پرائیویٹ سیکرٹری)

چند نہایت مفید اور مجرب ادویہ

معجون مبارک — جو دماغ اور بصارت کے لئے ازحد مفید ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب ہمیشہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ قیمت اڑھائی روپیہ فی سیر

سفوف نور — جو ابتداء نزول الماء میں نہایت مؤثر ہے۔ اور ویسے بھی نظر کے لئے بہت مفید ہے۔ قیمت پندرہ خوراک سوا روپیہ۔

معجون دلشاد — باہمہ صفت موصوف۔ جیسی نیت ویسی مراد۔ نئی طاقت اعصابی کمزوری۔ دل و دماغ۔ معدہ جگر کو بہت مفید ہے چستی۔ پھرتی۔ خوشی فوراً حاصل ہوتی ہے۔ نیز اختناق الرحم کا عمدہ علاج ہے۔ ہر انسان حسب منشاء فائدہ اٹھائے گا۔ پندرہ خوراک وزنی ۷ تولہ قیمت تین روپے۔

سفوف نشاط — یہ ایک بہت مفرح اور مقوی دوا ہے۔ استعمال سے پہلے اپنا وزن کر لو۔ دو ہفتہ بعد دیکھو۔ کہ وزن میں پہلے کی نسبت کتنا اضافہ ہوا۔ صحت کی خرابی یا بے اعتدالی سے مقعد میں کمی آ گئی ہو۔ اس کی تلافی اس سفوف کا کرشمہ ہے۔ اور جائز طور پر جس امساک کی ضرورت ہے۔ وہ اس سے یقیناً حاصل ہو جاتی ہے جہاں پہلے پژمردگی اور مایوسی تھی۔ وہاں بارونق و خوشنما چہرہ دکھائی دے گا۔ پرہیز شرط ہے۔ قیمت پندرہ خوراک اڑھائی روپیہ۔

معجون روشن دماغ — یہ دوائی ذہن کو بہت تیز کرتی ہے۔ اور کند ذہن اور کمزور دماغ لوگوں کے لئے خاص چیز ہے۔ طلباء اور دوسرے حاجتمند یکساں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قیمت پندرہ خوراک ۱۲ ار تفصیلات کیلئے مفصل اشتہار منگا کر ملاحظہ فرمائیں

اکسیر بواسیر — یہ نسخہ بواسیر ایک سنیاسی مہاتما کا فرمودہ ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے شاہی حکیم جناب مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اس نسخہ کو بہت پسند فرمایا تھا۔ فی الواقعہ ہر قسم کی بواسیر کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ سینکڑوں اصحاب اس سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ نیز جو بچے پھوڑے۔ پھنسیاں خرابی خون اپنے ساتھ ہی لاتے ہیں۔ ان کی ماتاؤں کو چاہیئے۔ کہ امید کے دنوں میں دو تین مرتبہ اس دوائی کا استعمال کرائیں۔ قیمت پندرہ خوراک (عہ)

مذکورہ بالا ادویات ہر موسم میں قابل استعمال ہیں۔ علاوہ ازیں مرکبات مثلاً جوارشِ جالینوس اطریفل زمانی وغیرہ وعرقیات و خشک ادویات عمدہ مل سکتی ہیں۔

(آرڈر دیتے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں)

المشتہر:۔ لالہ ملاوامل حکیم بڑا بازار قادیان

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نور الدین اعظم رضؓ کے مجرب نسخہ جات آپ کے شاگرد کی دکان سے

نرینہ اولاد گولیاں — کوئی ہے۔ جو نرینہ اولاد کی خواہش نہ رکھتا ہو۔ یہ ایسا شیریں پھل ہے۔ کہ جس سے کسی کا بھی پیٹ نہیں بھرتا۔ امیر ہو یا غریب سب اس کے خواہاں ہیں۔ جن کے ہاں اولاد نرینہ نہیں۔ وہ تو ہر وقت اداس غمگین رہتے ہیں۔ اور جن کے ہے۔ وہ زیادہ کے خواہاں ہیں۔ خاکسار نے حضرت استاذی امّ قبلہ حضرت مولوی نور الدین اعظم رضؓ سے سیکھے ہوئے مجرب اور سریع التاثیر نسخے اس بیماری کے لئے تیار کئے ہوئے ہیں۔ جن کو کثرت سے لوگ استعمال کر کے گوہر بے بہا چاند جیسے بچے حاصل کر کے خوش و خرم خدا کا شکر بجا لا رہے ہیں۔ لہٰذا دوستوں کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ جن کے ہاں نرینہ اولاد نہیں ہے۔ وہ ہم سے جلد از جلد نرینہ اولاد گولیاں منگوا کر شروع حمل سے ہی استعمال کرا دیں۔ انشاء اللہ خوبصورت بچہ پیدا ہو گا۔ جو والدین کے لئے راحتِ قلب ہو گا۔ قیمت پوری خوراک جو چھ ماہ کے لئے ہے مبلغ آٹھ روپے (للعہ) علاوہ محصولڈاک

حب مسان — اسکو سوکھا مسان شنیخوخیت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس سے معدہ و جگر کمزور ہو کر بچہ روز بروز سوکھتا جاتا ہے۔ گردن باریک ہوتی جاتی ہے۔ رانوں اور چوتڑوں پر سلوٹیں پڑ جاتی ہیں۔ تمام بدن کا گوشت خشک ہو کر چمڑا ڈھیلا ہوتا جاتا ہے۔ دست جاری ہو جاتے ہیں۔ اور اسہڑیوں کی سِل ہو جاتی ہے۔ دودھ پیتا ہے۔ لیکن ہضم ہوئے بغیر نکل جاتا ہے اس کے لئے ہماری تیار کردہ حب مسان اکسیر صفت ثابت ہو چکی ہے۔ آزمائش شرط ہے۔ قیمت یک صد گولی (عہ) ایک روپیہ چار آنے۔

بچوں کی چونڈی — یہ چونڈی ذیل کی تمام بیماریوں کا تریاق ہے۔ سبز دست۔ سفید بدہضمی کے دست۔ پیٹ کی ہر قسم کی خرابی۔ معدہ و جگر کی خرابی۔ نزلہ۔ زکام کھانسی۔ بچہ کا منہ سے رالیں ڈالنا۔ کرم چمونہ کا ہونا۔ منہ کے اندر چھالے نکل آنا۔ تھوڑا تھوڑا چڑچڑے رہنا۔ پوری نیند نہ کرنا۔ سوتے ہوئے ڈر کر رو اٹھنا۔ اور روتے رہنا اور سوکھتے جانا۔ ماں باپ اور گھر کے سب افراد کو بے آرام کرنا وغیرہ وغیرہ ان سب امراض کے لئے یہ چونڈی جادو اثر رکھتی ہے۔

نوٹ:۔ سبز دست بہت موذی بیماری ہے۔ اس کا فوری تدارک کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ذرا سی سستی سے امراض شدیدہ کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ ہماری تیار کردہ چونڈی ان تمام بیماریوں کا تریاق ہے۔ ایسے موقعوں پر ہمارے دواخانہ کی خدمات حاصل کریں۔ قیمت ایک شیشی ۸ ر

گولڈن پلز — یہ گولیاں ان نوجوانوں کے لئے ہیں جن کے پٹھے کمزور ہو چکے ہوں۔ معدہ۔ جگر۔ قلب خراب ہو گیا ہو۔ دل۔ دماغ۔ گردہ مثانہ ضعیف ہو گئے ہوں۔ قوت کھو چکے ہوں۔ اعضاء رئیسہ مدد دینے سے انکاری ہو۔ ایسے وقت گولڈن پلز اکسیر صفت ثابت ہوئی ہیں اس کے اجزا میں ایک کشتہ سونا بھی ہے۔ قیمت ایک ماہ کی خوراک ۶۰ گولی تین روپے۔

تریاق سیلان الرحم — یہ نہایت موذی بیماری ہے۔ اسکو مستورات کی تندرستی۔ خوبصورتی کا گھن کہیں تو بجا ہے۔ اس سے مریضہ روز بروز کمزور ہوتی جاتی ہے۔ رنگت زرد۔ خون کم۔ چہرہ بے رونق۔ دل دھڑکتا ہے۔ طبیعت پژمردہ رہتی ہے۔ مریضہ ہمیشہ اداس غمگیں رہتی ہے۔ چستی۔ چالاکی۔ جاتی رہتی ہے۔ خوشی و سرور مٹ جاتا ہے۔ کسی کام کو جی نہیں چاہتا۔ بھوک کم ہو جاتی ہے۔ قبض رہنے لگتی ہے۔ ایام ماہواری میں بے قاعدگی ہو جاتی ہے۔ رحم کمزور ہو کر حمل قرار نہیں پاتا۔ اور اولاد سے محرومی ہوتی ہے۔ اسی کے لئے ہمارا تریاق سیلان الرحم اکسیر صفت ہے۔ اس کے کھانے سے بفضل خدا سب شکایت جاتی رہتی ہے۔ قیمت ایک ماہ کی خوراک تین روپیہ (سے۳ ر)

(آرڈر دیتے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں)

المشتہر حکیم نظام جان شاگرد حضرت خلیفہ اوّل دواخانہ معین الصحت قادیان